خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ ملیہ

فیصل آباد پاکستان

شوال، ذوالقعدہ ۱۴۴۷ھ

مارچ، اپریل 2026ء

- ایران امریکہ جنگ اور ہمارا کردار
  مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی
- شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری (رحمہ اللہ)
- حج ایک عاشقانہ سفر
- مدرسہ کیا ہے، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
- مجلس نفیس

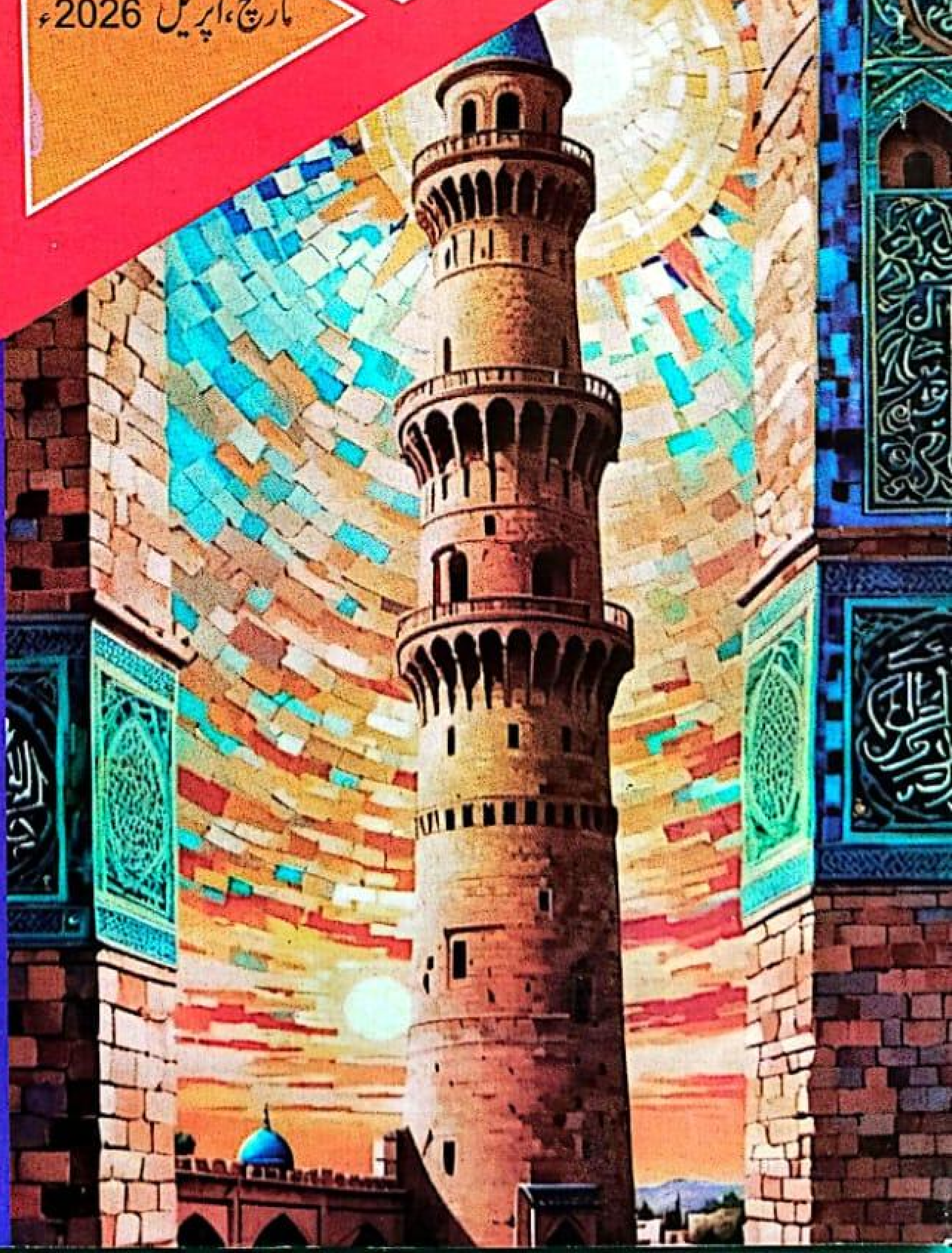

بیاد

ابن نفیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ فیصل آباد

041-8711569

www.milliafsd.com

ابنِ انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مدظلہ

خدا گھر، نور کا ہالہ

نور کا جیسے ایک ہالا ہے ، مرے خدا کا یہ گھر نرالا ہے
کعبۃ اللہ اسی کو کہتے ہیں ، کتنی اونچی یہ شان والا ہے

بستی بستی سے لوگ آئے ہیں، کوئی گورا ہے کوئی کالا ہے
ساری اُمت کا یہ ہی مرکز ہے،اس کے دم سے ہی سب اُجالا ہے

اس کے دم سے ہے وحدتِ مسلم، اس کا دنیا میں بول بالا ہے
عظمتیں بھی اُسی کو ملتی ہیں، جس نے سجدے میں سر کو ڈالا ہے

طوافِ کعبہ عجیب منظر ہے ، نور کی جیسے کوئی مالا ہے
کالی کملی نبیؐ کے کاندھے کی، غلافِ کعبہ بھی دیکھو کالا ہے

یاں کا دستور ہی نرا لا ہے ،جو بھی جھکتا ہے وہ ہی بالا ہے
کوئی بھی شرکِ جلی ہو نہ خفی ، قدرتِ ھُو نے سب کو پالا ہے

ہر سُو لبیک کا ہی نعرہ ہے ، بن خدا کے تو سب ہی لا،لا ہے
حبیبؔ لُطف و کرم کے سائے میں، پھر تُو اِک بار آنے والا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے

خانقاہ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کا ترجمان

مِلّیہ

فیصل آباد پاکستان

شوال، ذوالقعدہ ۱۴۴۷ھ

شمارہ نمبر 10 جلد نمبر 22

بمطابق مارچ، اپریل 2026ء

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری صاحب رحمہ اللہ

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بعد

مولانا انیس الرحمن لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ

پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ

ابن انیس حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی صاحب مدظلہ

خلیفہ مجاز سید نفیس الحسینی

فہرست مضامین

* ایران امریکہ جنگ اور ہمارا کردار — مولانا حماد الرحمن لدھیانوی — 2
* مجالس حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ — 8
* مدرسہ کیا ہے، — مولانا ابوالحسن علی ندویؒ — 11
* تاریخ ختم نبوۃ تاریخ کے آئینے میں — 16
* مجلس نفیس — 21
* حج ایک عاشقانہ سفر، خورشید عالم داود — 24
* مسلم حکومتوں کے زوال کے عبرتناک واقعات — 30
* شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری (رحمہ اللہ) — تحریر: مولانا مجاہد الحسینی — 34
* بچوں کے صفحات — 40

مدیر: مولانا حماد الرحمن لدھیانوی

مدیر مسئول: مولانا جواد الرحمن الدھیانوی

فی شمارہ 80 روپے

پاکستان میں سالانہ 1000 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 100 امریکی ڈالر

رابطہ کیلئے

معہد ملیہ جامعہ ملیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد پاکستان 041-8711569, 0321-6611910

ناشر: حبیب الرحمن لدھیانوی ✤ مطبع: ظفر بن فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

ایران، امریکہ جنگ اور ہمارا کردار

حماد الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد!

ایران امریکہ جنگ جس میں اسرائیل کا مکارانہ اور براہ راست عمل دخل ہے، اس میں سب سے زیادہ جس چیز نے ہمیں متاثر کیا ہے، وہ مزاحمت کا مسلسل لمبا ہونا اور امریکہ کو دبائے رکھنا جس سے عالمی طاقت کا راہ فرار ڈھونڈنا۔ اسی لیے اب یہ منطق اور دلیل دی جا رہی ہے کہ تنازعات کے خاتمہ میں جنگ کے مقابلے میں سفارت کاری کی بہت زیادہ اہمیت ہے، جنگوں کے خاتمے کا مقابلہ سیاسی حکمت عملیوں کی بنیاد پر ہی ممکن ہے اور جنگیں مسائل کا حل نہیں بلکہ اس کے نتیجے میں اور زیادہ انتشار، ٹکراو یا مزید کشیدگی اور جنگ کے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔

امریکی معیشت میں اتنی گنجائش ضرور ہے کہ وہ ایک برس بھی ایران کی اقتصادی ناکہ بندی جاری رکھنا چاہے تو اس کے اثرات سے امریکی معیشت کو بظاہر فوراً کوئی بڑا ڈینٹ نہیں پڑنے والا۔ لیکن آبنائے ہرمز کی دوہری بندش اگلے تین ماہ جاری رہنے کی شکل میں عالمی معاشی گراوٹ کی دو دھاری تلوار سے خود امریکی عوام اور ٹرمپ کے ووٹر کب تک اپنا گلا محفوظ رکھ پائیں گے؟

بقول دانشور، اس کے برعکس ایرانیوں کا معاملہ بظاہر سیدھا سیدھا ہے۔ وہ گذشتہ نصف صدی سے ہر طرح کی پابندیوں کے عادی ہیں چنانچہ انھوں نے بنیادی ضروریاتِ زندگی میں خود کفالت اور درآمد و برآمد کے متبادل راستے ڈھونڈ رکھے ہیں۔ اگر بین الاقوامی پابندیاں اس قدر ہمہ گیر اور طویل نہ ہوتیں تو شائد ایران کی مڈل کلاس کب کی ریاستی نظام کی ''آہنی گرفت'' کسی حد تک

ڈھیلی کرنے میں کامیاب ہو چکی ہوتی کہ جس مڈل کلاس کی ہمدردی کا درد مغرب کے پیٹ میں تب سے اٹھ رہا ہے جب سے مغرب نے ایران پر اقتصادی پابندیوں کا شکنجہ کس رکھا ہے۔

حالیہ امریکا، اسرائیل اور ایران جنگ نے پورے مشرق وسطی سمیت دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور ظاہر ہے کہ اگر فوری جنگ بندی نہ ہوتی تو اس کے نتیجے میں یہ جنگ دیگر ملکوں تک بھی پھیل سکتی تھی۔ پاکستان، مصر اور ترکی کے بعد پاکستان چین اور روس کی باہمی سفارت کاری کے نتیجے میں ایک بڑی کامیابی فوری طور پر ان ممالک کے درمیان ہفتوں کی جنگ بندی کی صورت میں سامنے آئی ہے۔

یہی مغربی دوغلا پن ہے جسے ایرانی حکمران طبقہ اپنے استحکام کے لیے مہارت سے استعمال کرتا آیا ہے۔ مغرب کی روش یونہی رہی تو قوم پرستی وعقیدے کا مرکب ایرانی ریاستی نظام بھی یونہی جاری رہے گا۔ گویا ایک اعتبار سے مغرب اور ایرانی نظام کے مابین دشمنی دراصل دوطرفہ لاشعوری تعاون کی شعوری تصویر ہے۔

یہ اعلان ایسے موقع پر ہوا ہے جب امریکا مسلسل ایران کو بڑی سطح پر ختم کرنے کی دھمکیاں دے رہا تھا اور ایسے میں پاکستان کی براہ راست اور چین اور روس کی پس پردہ سفارت کاری نے دنیا کو جنگ کی دنیا سے نکالنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ اس سفارت کاری کے محاذ پر پاکستان کی سیاسی اور بالخصوص عسکری ڈپلومیسی کا اہم کردار ہے جس کا کریڈٹ سیاسی اور فوجی قیادت کو جاتا ہے۔ اس کا اعتراف عالمی میڈیا سمیت خود بھارت کی سطح پر بھی ہو رہا ہے کہ عملاً بھارت کے مقابلے میں پاکستان نے عالمی سفارت کاری میں بہت کچھ حاصل کیا ہے جو اس کے عالمی سطح پر مثبت کردار کو اجاگر کرنے میں بڑی معاونت کرے گا۔

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ مذاکرات کے عمل میں ایران آسانی سے امریکا پر اعتبار کرنے کو تیار نہیں ہے اور اس کے بقول امریکا مذاکرات کو ہتھیار بنا کر ایک بڑی جنگ ہم پر مسلط کرنا چاہتا ہے اور وہ اس کی تیاری میں ہے۔ اس لیے ایران بھی آسانی سے بغیر کسی بڑے ملک کی ضمانت کے امریکا پر اعتبار نہیں کرے گا اور امریکا یا اس کے صدر کی ضمانت کون دے گا اس پر خود ایک بڑا سوالیہ نشان موجود

ہے۔ مثال کے طور پر جنگ بندی کے بعد بھی اسرائیل کی جانب سے لبنان پر حملے ظاہر کرتے ہیں کہ اسرائیل ان ہونے والے مذاکرات کو خراب کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس لیے اگر مستقل امن قائم نہیں ہوتا تو علاقائی استحکام ممکن نہیں ہو سکے گا اور اس علاقائی امن کو پیدا کرنے میں سب کو ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے امکانات کو بڑھانا ہوگا۔

ایک طرف پاکستان نے سفارت کاری میں یہ کوشش کی کہ وہ امریکا کو اس بات پر لا سکے کہ فوری طور پر جنگ بندی ہی مسائل کے حل کی طرف اہم پیش رفت ہوگی تو دوسری طرف ایران، سعودی عرب اور دیگر خلیجی ممالک کے درمیان بڑھتی ہوئی بداعتمادی کو کم کرنے میں بھی عملی طور پر پاکستان کی کوششیں قابل تعریف ہیں۔ کیونکہ پاکستان کو خدشہ تھا کہ اگر فوری جنگ بندی نہیں ہوتی، ایران اور خلیجی ممالک بالخصوص سعودی عرب کے درمیان تعلقات میں بگاڑ پیدا ہوتا اور جنگ پھیلتی ہے تو اس کا براہ راست اثر پاکستان پر ہوگا اور پاکستان کو بلاوجہ اس جنگ میں فریق بننا ہوگا۔

اس لحاظ سے پاکستان کی سفارتی کوشش خود پاکستان کے مفاد میں بھی تھی اور اب ہم اس میں ابتدائی طور پر سرخرو ہوئے ہیں۔ لیکن یہ بات سمجھنی ہوگی کہ فوری طور پر دو ہفتوں کی جنگ بندی مستقل جنگ بندی نہیں ہے اور اس کا بڑا انحصار اگلے دو ہفتوں میں ہونے والے مذاکرات سے جڑا ہوا ہے۔ اگر واقعی ''اسلام آباد'' معاہدہ میں کوئی ایسی بڑی پیش رفت ہوتی ہے جس سے ان ممالک کے درمیان جاری کشیدگی کو کم کرنے میں مدد مل سکے تو اسلام آباد معاہدہ خود بھی پاکستان کی اہمیت کو بڑھانے میں مدد دے سکتا ہے۔ لیکن کیونکہ امریکا اور ایران کی جو ایک دوسرے کے بارے میں امن کے تناظر میں سخت شرائط کی لمبی فہرست ہے اس پر فوری طور پر کوئی نتیجہ نکالنا ممکن نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی ملک آسانی سے اس بات کی طرف بڑھے گا کہ اس معاہدے سے یہ تاثر ملے کہ اسے سیاسی طور پر سرنڈر ہونا پڑا ہے۔

اس دو ہفتہ کی جنگ بندی کے باوجود ابھی بھی امریکا اور ایران کے درمیان سفارتی سطح پر سخت الفاظ کی گولہ باری کا تبادلہ ہو رہا ہے اور بالخصوص امریکی صدر کا لب ولہجہ اور الفاظ میں جو سخت منفی

پہلو نمایاں ہے اس سے عملی طور پر مذاکرات کا عمل بھی متاثر ہوسکتا ہے۔اسی طرح ان مذاکرات میں خلیجی ممالک نے بھی براہ راست فریق بننے کی بات کی ہے اور سعودی عرب یا متحدہ عرب امارت کو تحفظات ہیں کہ کیا وہ ان مذاکرات کا باقاعدہ حصہ بن سکیں گے یا ان کے تحفظات دوست ممالک ہی کو پیش کرنا ہوگا۔ایک طرف امریکا اسرائیل ایران جنگ بندی کی اہمیت ہے تو دوسری طرف ایران اور خلیجی ممالک کے درمیان بھی اعتماد سازی کے ماحول کو پیدا کرنا دوست ممالک کی بڑی ذمے داری کے زمرے میں آئے گا۔اس لیے اگر امریکا، اسرائیل، ایران اور دیگر فریقین ایک دوسرے کے لیے سیاسی لچک کا مظاہرہ نہیں کریں گے تو مذاکرات کے فوری کامیابی کے امکانات متاثر ہوسکتے ہیں۔اگر بالخصوص امریکا نے ان مذاکرات کے عمل میں کوئی بڑا مثبت کردار یا لچک کا مظاہرہ نہ کیا یا ان مذاکرات میں اپنا ایجنڈا دوسرے ممالک یا خود ایران پر مسلط کرنے کی کوشش کی تو حالات خرابی کی طرف جاسکتے ہیں۔خاص طور پر اسلام آباد مذاکرات کی ناکامی تمام ممالک کو دوبارہ جنگ کی طرف دھکیل سکتی ہے۔

ایران مذاکرات کی بنیاد پر مستقل جنگ بندی، پابندیاں ختم کرنے اور تعمیر نو چاہتا ہے جب کہ امریکا ایران کے میزائل پروگرام، نیوکلر پروگرام اور اس کے علاقائی اثر ورسوخ کو محدود کرنا چاہتا ہے۔اس سارے کھیل میں اسرائیل کا کردار بڑا پیچیدہ ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کے گریٹر اسرائیل کے منصوبے میں بڑی رکاوٹ ایران ہے۔

اسرائیل کو حالیہ جنگ میں جہاں داخلی محاذ پر سخت تنقید کا سامنا ہے وہیں اس کی حکومت امریکی صدر سے بھی نالاں ہے کہ اس نے ایران کے خلاف فیصلہ کن کردار ادا نہیں کیا اور نیتن یاہو سمجھتے ہیں کہ امریکی صدر نے اس مسئلہ پر ان کے ساتھ سیاسی ہاتھ کیا ہے۔جو کچھ اس جنگ میں اسرائیل کے ساتھ ہوا ہے اسے اپنی ساکھ کی بحالی میں کافی عرصہ لگے گا اور خود امریکی صدر پر بڑھتی ہوئی داخلی تنقید نے بھی امریکی صدر کے مستقبل پر کئی طرح کے سوالیہ نشان کھڑے کردیے ہیں۔جو ممالک اس وقت سفارت کاری میں سرگرم ہیں بشمول پاکستان ان کو سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ وہ سب ممالک کو کیسے مطمئن اور راضی رکھ سکیں گے۔کیونکہ سب کے جو بھی مسائل ہیں ان کی نوعیت کافی پیچیدہ ہے اور ان کا

فوری حل ممکن نہیں۔ اصولی طور پر تو ان دو ہفتوں پر محیط مذاکرات کے عمل میں اگر تمام سطح پر شامل ممالک کے درمیان دو باتوں پر اتفاق ہو جائے کہ اول ہمیں جنگ کے مقابلے میں مذاکرات سے مسائل کا حل نکالنا ہے اور دوسرا یہ ضروری بنانا ہے کہ مذاکرات کے لیے سازگار ماحول کو ہر سطح پر برقرار رکھا جائے اور ایک دوسرے پر الزام تراشیوں سے گریز کی پالیسی کو ہر سطح پر اختیار کیا جائے۔

مگر ایرانی شائد ایسے نہیں سوچ رہے۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ جنگ اور ناکہ بندی سے جتنا نقصان ایران کا ہوا اس سے کہیں پتلی حالت امریکا کے خلیجی اتحادیوں کی ہے۔ اماراتیوں اور سعودیوں کے پاس کسی حد تک متبادل تجارتی راستہ ہے مگر کویت، بحرین اور قطر تو خلیج فارس کی جھیل میں پوری طرح بند ہیں۔ کویت اور قطر نے تیل اور گیس کی پیداوار کے کنٹریکٹ پورے کرنے سے معذوری اختیار کرتے ہوئے فورس میجور کی بین الاقوامی تجارتی کلاز کے سہارے اپنی ذمے داریوں سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔

اس لیے اگر مفاہمت اور مذاکرات کے عمل میں ہم سب فریقوں کو شامل کرتے ہیں اور امن کے لیے طویل مدتی منصوبہ بندی کرتے ہیں تو بہتری کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح جو سعودی عرب اور خلیجی ممالک کے تحفظات ہیں ان کو ایران اور دوست ممالک کیسے کم کرتے ہیں یہ بھی ایک بڑا سوالیہ نشان ہے۔ اس لیے یہ بات سمجھنی ہوگی کہ ثالثی کا یہ کردار اور عمل کافی وقت لے گا اور فوری طور پر بڑے نتائج کی توقع مشکل معلوم ہوتی ہے۔ یہ امر سب کو سمجھنا ہوگا کہ جب معاملات کی نوعیت پیچیدہ ہوتی ہے اور مسائل بھی مشکلات کی صورت میں ہوں تو اس میں سفارت کاری کی سطح پر دوست ممالک کو لمبی اننگز کھیلنی ہوتی ہے۔

بقول دانشور، اس بقراطی سے قطع نظر آج کی عملی حقیقت کچھ یوں ہے کہ دونوں حریفوں میں سے جو سب سے پہلے پلک جھپکے گا وہ امریکا ہی ہوگا۔ امریکی وزیر خزانہ اسکاٹ بیسنٹ نے تو اپنے تئیں سیدھا سیدھا فارمولا بتا دیا ہے کہ چونکہ اسی فیصد ایرانی معیشت کا دارومدار تیل پر ہے اور نوے فیصد تیل بیرونی دنیا کو خرگ جزیرے کے آئیل ٹرمنل سے جہاز بھر بھر کے جاتا ہے لہذا اگر امریکی ناکہ بندی قائم

رہی تو اگلے دو ہفتے میں خرگ جزیرے پر تیل رکھنے کی گنجائش ختم ہو جائے گی اور یوں ایران کو اپنی آئل ریفائنریز اور تیل کے کنوئیں بند کرنا پڑیں گے اور چند ہی ہفتوں میں معیشت کا پہیہ آہستہ آہستہ ساکت ہوتا چلا جائے گا۔ یوں ایران کا اقتصادی دم گھٹنے لگے گا تو وہ امریکا کے آگے ماتھا ٹیک دے گا۔ دی اینڈ آف دی اسٹوری۔ مگر باقی دنیا ایسے کسی تصوراتی غبارے میں بند نہیں جس میں ٹرمپ سمیت ان کی کابینہ بند ہیں۔ یہ درست ہے کہ اسی فیصد ایرانی تیل آبنائے ہرمز کے ذریعے ہی باہر جاتا ہے مگر اٹھائیس فروری کو جنگ شروع ہونے کے بعد بھی ایران نہ صرف زیادہ تیل فروخت کرنے میں کامیاب رہا بلکہ پہلے کے مقابلے میں اس تیل کی قیمت بھی زیادہ وصول پائی (نوے سے سو ڈالر فی بیرل)۔

یعنی جنگ کے بعد کے ایک ماہ میں ایران کو پانچ ارب ڈالر کی آمدنی ہوئی۔ جب کہ جنگ سے پہلے فروری کے پورے مہینے میں ایران کی تیل کی آمدنی ساڑھے تین ارب ڈالر تھی۔ گویا جنگ سے پہلے کے ایک مہینے کے مقابلے میں دورانِ جنگ ایرانی تیل کی ماہانہ آمدنی چالیس فیصد زائد ریکارڈ کی گئی (شائد اسی موقع کے لیے کہا جاتا ہے کہ کبڑے کو لات پڑی تو اس کا کب سیدھا ہو گیا)۔ یہی وہ محرک تھا جس نے ٹرمپ انتظامیہ کو ایران کی بحری ناکہ بندی کا خیال سجھایا۔ اس کے پیچھے سوچ یہ ہے کہ چونکہ اسی فیصد ایرانی تیل کا خریدار چین ہے۔ چنانچہ اس ناکہ بندی سے سب سے زیادہ چین ہی متاثر ہوگا۔ لہٰذا چین ایران پر رویے میں لچک پیدا کرنے کے لیے دباؤ بڑھائے گا۔ ایرانی اقتصادیات میں چونکہ چین کا کلیدی کردار ہے چنانچہ وہ چین کو نا نہیں کر پائے گا اور یوں ایران بڑی حد تک امریکی مطالبات مان لے گا۔ اس کے بعد امریکا یہ کہہ کے جیت کا اعلان کر دے گا کہ ہم نے ایران کو بیشتر مطالبات ماننے پر مجبور کر دیا۔ جب کہ ایران یہ کہہ کے خود کو کامیاب قرار دے سکتا ہے کہ ہم نے بیشتر امریکی مطالبات کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے اور چین کو یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ کوئی بھی بڑا عالمی بحران چین کے تعاون کے بغیر حل نہیں ہو سکتا۔ جو بھی ہو لیکن پاکستان نے اپنی سفارت کاری سے اپنا لوہا منوالیا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ اب اسے مستقل حل کے لیے قابل اعتماد ممالک کے ساتھ مل کر حتمی بنایا جاسکے۔

مجالس

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ

بروز پیر ۱۹ر محرم ۶۸ھ ۲۲ر نومبر ۴۸ء لکھنؤ ندوۃ العلماء

آج صبح کی سیر میں حضرت والاؒ کے ساتھ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا منظور احمد نعمانی اور مولانا سید علی میاں صاحبان اور احقر تھے۔ گفتگو کا موضوع یہ تھا کہ جدید حالات میں دین کی ترقی کیلئے کیسے کام کیا جائے۔

عصر سے ذرا پہلے مولانا سید علی میاں صاحب نے عرض کیا کہ حضرت رائے پوریؒ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن مرادآبادی قدس سرہٗ کے ہاں بھی تشریف لے گئے تھے۔ فرمایا کہ ہاں، حضرتؒ نے فرمایا تھا کہ جب میں گیا (تو ایک یہ خواہش تھی کہ ڈانٹ نہ دیں دوسرے ملنے میں آسانی ہو، تیسرے یہ کہ جتنا ٹھہرنا ہو نماز قصر یا پوری پڑھنے کا فرمادیں) ایک کرایہ کے ٹٹو پر جارہے تھے کہ ٹٹو والے نے کہا کہ جہاں تم جارہے ہو، وہ صاحب تو وہ آرہے ہیں کیونکہ وہ جانتا تھا۔ حضرت نے دیکھا کہ بڑے میاں چلے آرہے ہیں تو میں جی میں ڈرا تو فرمایا کہ مولوی صاحب! ڈرنے کی کیا بات ہے۔ میں نے نماز نہیں پڑھی تھی کہ جا کر پڑھوں گا۔ فرمایا کہ نماز پڑھ لو اور ساتھ مسجد لے گئے، وہاں ہزاروں آدمی بیٹھے تھے، ان کو چھوڑ کر چلے آئے تھے، مجھے بیٹھا کر فرمایا کہ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔ چنانچہ آئے اور ایک شخص کو اتنے پتے دے کر بھیجا کہ اس نے ہزاروں آدمیوں میں سے مجھے بلایا اور ساتھ لے گئے اور کچھ باتیں تلقین فرمائیں۔ یہ واقعہ حضرتؒ نے مولانا مفتی عزیز الرحمٰن کو سنایا، انہوں نے یہ سنایا کہ میں ایک دفعہ گیا تو میرے ساتھ حضرت بہت اُلجھے۔ ایک قصہ اس میں یہ ہے کہ ایک شخص وہاں جارہے تھے، گنگوہ سے ہو کر گئے تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ میرا سلام کہنا، چنانچہ وہ گئے اور جا کر ملے مگر وہ بات بیان نہ کی اور باتوں کے بعد فرمایا کہ گنگوہ گئے تھے، وہاں سے جو مولانا رشید احمد گنگوہی نے کہا اُسے کیوں نہ بیان کیا۔ عرض کیا کہ حضرت بھول گیا تھا۔ فرمایا کہ اب کہو، عرض کیا کہ آپ تو علم ہو گیا ہے، اب کیا کہوں۔ فرمایا: ان سے کہنا کہ ہم سے ضبط نہیں ہوتا، تم تو سمندر ہو، اتنا پی کر بھی ڈکار نہیں لیتے۔ حضرتؒ نے فرمایا تھا کہ مولانا گنج مرادآبادی کی نسبت لازمی تھی، متعدی نہ تھی اور ایسا ہی سائیں توکل شاہ صاحبؒ کے متعلق فرمایا کہ ان کی نسبت بڑی اعلیٰ تھی مگر لازمی تھی۔ لازمی والے سے یہ مراد نہیں کہ لوگوں کو ان سے زیادہ فائدہ نہ ہو بلکہ یہ مراد ہے کہ سلسلہ زیادہ نہیں چلتا۔

سائیں توکل شاہ صاحبؒ بڑے قدآور اور بہت خوبصورت تھے اور آنکھیں بڑی بڑی اور نہایت خوبصورت تھیں، بالکل ان پڑھ تھے مگر عشق بہت تھا اور مجذوبیت بھی تھی اور اخیر عمر تک وہی بولی رہی تھی جو ماں سے سیکھی تھی۔ ایسا ہی اس سے پہلے مولوی حبیب الرحمٰن سے مولانا حسین علی (واں بھچراں) کے متعلق، حضرت خلیفہ صاحب دینپوری (حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوریؒ) اور حضرات کے کافی طویل حالات سنائے تھے۔

فرمایا: حضرت سائیں توکل شاہ صاحبؒ کے پیر نے جو ''خان خیلان'' کے رہنے والے تھے، آپ کو انبالہ بھیجا اور ایک مرید بطور خادم ساتھ کر دیا تو جہاں اب آپ کا مزار ہے آ کر ٹھہرے، دونوں باہر چلے جاتے اور کئی سال تک یا ماہ تک پتے کھا کر گزارتے۔ ایک دن بیٹھے تھے کہ کچھ ملا، فرمایا: لے بھائی! یہ ڈھیلے ہیں (منصوری پیسے) اس نے عرض کیا کہ حضرت! یہ تو اشرفیاں ہیں، فرمایا: اشرفیاں ہیں تو موجاں کر۔ چنانچہ پھر فتوحات شروع ہوئیں۔ میاں جی عبدالقادر صاحب انبالوی جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے، انہوں نے حضرت سائیں صاحبؒ کی صحبت بہت اُٹھائی اور سب سے زیادہ سائیں صاحبؒ سے تعلق ہوا، تو انہوں نے خیال کیا کہ حضرت صاحب کہیں چلے نہ جائیں، ان کا نکاح کروں تا کہ الجھ جائیں یعنی کہیں جانہ سکیں؛ چنانچہ انبالہ چھاؤنی کے ایک سید خاندان کی لڑکی کے رشتہ کا انتظام کیا۔ میاں جی عبدالقادر صاحب نے بات شروع کرائی، میاں جی صاحب حاضر ہوئے، سلام عرض کر کے بغل گیر ہوئے اور باتوں کے بعد عرض کیا کہ حضرت! آپ سنت کے تارک ہیں۔ فرمایا او ہو، سنت کا تارک ہوں تو بتاؤ کیا کروں، تو بڑی تمہید باندھ کر نکاح کیلئے عرض کیا تو جواب میں فرمایا کہ میں ایک غریب مسافر ہوں، مجھے کون رشتہ دے گا۔ عرض کیا کہ آپ ارادہ تو کریں، انتظام ہو جائے گا۔ فرمایا: اچھا ہو جائیگا۔ عرض کیا کہ حضرت ہو جائیگا۔ فرمایا اچھا۔ بات پہلے سے طے تھی، چنانچہ جمعہ کے دن نئے کپڑوں کا جوڑا پہنا دیا گیا، اس دن انبالہ چھاؤنی تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں فرمایا: او ہو، تم مجھے پھنساتے ہو اور کپڑے پھاڑ کر جنگل کو بھاگ گئے، لوگ تلاش میں چرواہوں سے سراغ لگا کر گھگر میں پہنچے، دیکھا، وہاں بچوں کی طرح ریت کی ڈھیریاں بنا کر کھیل رہے ہیں، دیکھ کر فرمایا: تبنی والے تو مجھے پھانستے ہے، عرض کیا کہ او ہو! تم نے کپڑے پھاڑ دیئے، جمعہ کا دن ہے، جمعہ کے دن نئے کپڑے پہننا ثواب ہے اور آپ نے اپنے کپڑے پھاڑ لیے، بڑی غلطی ہوئی۔ فرمایا: اچھا غلطی کی، او ہو، اب کیا کروں۔ عرض کیا خیر ہو جائیگا۔ چنانچہ پھر اور کپڑے پہنا کر یا جس طرح لے گئے اور سنت کی پہلے کی طرح رغبت دلائی۔ وہ سنت کے بڑے عاشق تھے پھر آمادہ نکاح ہو گئے اور نکاح ہو گیا۔ اب آدھی رات سے ہی شب

زفاف کے بعد نہانے کو گئے، وہاں ایک بڑا تالاب تھا، اس میں گھس گئے اور تالاب میں غوطے لگاتے پھرتے رہے، وہم ہوگیا کہ یہ پانی مستعمل ہوگیا دوسری طرف غوطہ لگایا، وہاں بھی یہی خیال ہوگیا، آخر تمام تالاب میں پھرتے رہے، تسلی نہ ہوئی تو غسل خانہ میں آئے، لوگ پانی ڈالتے رہے، بڑی دیر کے بعد تسلی ہوئی کہ سورج نکل آیا تو بڑے غصہ میں فرمایا کہ تمھی والوں نے میری نماز قضا کرادی۔ میاں جی آئے، حسب معمول بغل گیر ہوئے۔ فرمایا: تمھی والوں نے تو میری نماز قضا کرادی ہے، عرض کیا کہ اب پتہ نہیں سنت ادا ہوگئی اور یہ نماز آپ کی وجہ سے قضا ہوئی۔ سنت کا بڑا ثواب ہوا، فرمایا: اچھا بڑا ثواب ہوا۔ اب خوش ہوگئے اور فرمانے لگے، تمھی ایک نکاح تو میرا اور کرائے گا؛ چنانچہ کئی سال بعد یہ واقعہ اس طرح ظہور میں آیا کہ نوعمری میں جب سائیں صاحب نوجوان تھے ایک لڑکی آپ پر عاشق ہوگئی تھی اور عشق ضبط کیے رہی تھی مگر سائیں صاحب وہاں سے چلے آئے تھے اور اس کی شادی کہیں اور جگہ ہوگئی، اٹھارہ سال بعد اس کا خاوند فوت ہوگیا تھا تو اس نے بیوہ ہونے پر حضرت سائیں صاحب کے پیر صاحب سے اپنا لڑکپن سے زائل نہ ہونے والا خیال ظاہر کیا اور امداد چاہی۔ پیر صاحب نے سائیں صاحب کو خط لکھا اور حکم فرمایا تو سائیں صاحب نے میاں جی کو بلا کر فرمایا کہ تمھی والے وہ بات جو میں نے عرض کیا، تمہیں کہی تھی کہ ایک نکاح تو میرا اور بھی کرائے گا، اب اس کا وقت آگیا ہے، جاؤ! فلاں جگہ اور ان کو لے کر آؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دوسرا نکاح ہوا۔ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ آپ درود شریف کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

بروز پیر ۱۹ محرم ۶۸ھ ۲۲ نومبر ۴۸ء ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۱ محرم کو آج دوپہر حضرت والاؒ کو سردی زیادہ محسوس ہوئی، عصر کے بعد فرمایا کہ وہ تمام کپڑے جو سردی کے چلے میں پہنا کرتا ہوں پہن لیے مگر سردی نہیں گئی۔ چنانچہ انگیٹھی رکھی گئی مگر سردی نہ گئی۔ رات کو ڈاکٹر سید عبدالعلی گوئین روڈ کے مشورہ سے ایک ہومیوپیتھک دوائی استعمال کی گئی، اس سے پہلے حکیم محمد صدیق کی قبض کشا گولیاں بھی کھالی تھیں، حضرت والاؒ کو غنودگی سی محسوس ہونے لگی جیسی عموماً بخار میں ہوتی ہے مگر بخار دیکھنے کی اسلئے کسی کو نوبت نہ آئی کہ حضرت والاؒ نے اس حالت کو محسوس نہ ہونے دیا۔ رات کے پچھلے حصہ میں حضرت اقدس کو یکے بعد دیگرے دو دست آگئے، صبح کو معلوم ہوا کہ بڑا ضعف ہوگیا ہے، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز اسی وجہ سے کمرے میں ادا کی گئی تھی کہ سردی لگتی تھی اور چلنے کی سکت نہ تھی اور صبح بھی نماز جائے قیام پر پڑھی گئی، احقر اور مولانا حبیب الرحمٰن کی، چودھری صاحب کی بھتیجی اور اس کی والدہ سے جو کٹر کمیونسٹ ہیں ان سے اسلام پر بات چیت ہوئی۔

مدرسہ کیا ہے؟

مجدد العصر حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ، وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (سورۃ الجمعہ:۲-۳)

میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی جو آیت تلاوت کی، اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ ذات پاک جس نے ان پڑھوں میں سے ایک ایک ذات عالی کو نبی بنا کر بھیجا، وہ اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سناتے ہیں، ویسی ہی جیسی جبرئیل امین سے سنی، یعنی وہی حروف، وہی نقطہ، وہی اعراب، ابھی آپ کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت ہوئی، اس سے بڑھ کر ریکارڈ اور کیا ہوگا کہ اس دور دراز مقام میں اللہ کا کلام اسی طرح پڑھا گیا جس طرح سننے والے پڑھتے تھے اور اہل زبان پڑھتے ہیں، قرآن کریم کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں جو آج بھی اسی طرح پڑھی جاتی ہو جس طرح اس کا پیغمبر پڑھتا تھا، یہ دعویٰ اگر کوئی کرسکتا ہے تو صرف مسلمان کرسکتا ہے، دوسرے کو اس دعویٰ کی نہ ہمت ہے، نہ شوق۔

تزکیہ

﴿وَيُزَكِّيهِمْ﴾ وہ ان کو پاک صاف کرتا ہے، مانجتا ہے، سنوارتا ہے، سجاتا ہے جیسے برتن مانجا جاتا ہے، دلوں کو، دماغوں کو اللہ کا پیغام دیتا ہے رذائل اخلاق کو نکالتا ہے، اخلاق فاضلہ کو جماتا ہے، دل و دماغ میں اتارتا ہے، ان کا رنگ ان پر چڑھاتا ہے، ایسا نہیں کہ پڑھ کر سنا دیا اور ویسے کے ویسے ہی رہے، پتھر کو پتھر نہیں بلکہ ان کو آدمی بناتا ہے، ان کے اندر خشوع و خضوع پیدا کرتا ہے، ان کے اندر نفس کا احتساب کرنا، اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنا،

دوسروں کی خوبیوں کا اعتراف کرنا، اپنے، اپنی اولاد، اپنے ماں باپ کے خلاف حق کی گواہی

دینا، ان جذبات کو ابھارتا ہے، کدورتوں کو نکالتا ہے، حسد کو دور کرتا ہے، کینہ پاس نہیں آتا، الفتیں پیدا کرتا ہے، محبتیں جاگزیں کرتا ہے، خود تکلیف اٹھانا، دوسروں کو آرام پہنچانا سکھلاتا ہے۔

تعلیم کتاب وحکمت

﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ وہ ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، کتاب یہی قرآن حکیم ہے اور ''حکمة'' کے بارے میں بہت سے محدثین کی رائے ہے کہ اس سے مراد حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

﴿وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ﴾ چاہے وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں ہوں۔

﴿وَّآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ اور کچھ لوگ وہ ہیں جو ابھی شامل نہیں ہوئے، انہوں نے ان کا زمانہ نہیں پایا، وہ بعد میں آنے والے ہیں، کتنے بعد میں؟ اس کی کوئی تشریح نہیں، پچاس برس، سو برس، پانچ سو برس، یا اس سے بھی زیادہ، اس کی کوئی مدت نہیں بتائی گئی ہے۔ اس دنیا کی عمر بہت ہے، قیامت تک مسلمانوں کی جو نسل پیدا ہوگی، وہ سب اسی میں شامل ہوگی۔

﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ اور وہ غلبہ والا، طریقۂ کار والا ہے، اس لیے کہ اتنی بڑی بات کے لیے غلبہ بھی درکار ہے اور طریقۂ کار کی بھی ضرورت ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

وہ صحابہ کرام جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، آپ کا جمال جہاں آرا دیکھا، جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھے اور آپ کی بات سے بغیر چین نہیں آتا تھا، ان کے لیے ہم نے مانا کہ ﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ﴾ ان کے بارے میں تھا لیکن وہ بعد میں آنے والے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور نہ رسول نے ان کو دیکھا ان کو بھی تعلیم وتزکیہ کا فیض پہنچے گا اور منور کردے گا۔ اس کا کیا طریقہ ہے؟

اس آیت کی تفسیر کے بارے میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان

لوگوں کو دیکھنا چاہو تو سلمان فارسی اوران کی قوم کو دیکھو، سوچئے کہ جس کی زبان عربی نہیں، اس کو نبوت کا فیض کیسے پہنچے گا؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر علم ثریا پر ہوتا تو ان کے کچھ لوگ اس کو ضرور پالیتے۔

چنانچہ امام ابوحنیفہ بہت بڑے زبردست عالم ایرانی تھے، لیکن وہ ایرانی ہوں افغانی ہوں، ترک ہوں، ہندوستانی ہوں، سب اسی خوان نبوت کے زلہ ربا ہیں، اس کی نعمتوں کا جو خوان بچھا دیا تھا"انما انا قاسم واللّٰہ یعطی" سب اسی کے ٹکڑے کھا رہے ہیں۔

کون ہے بڑے سے بڑا عالم جو یہ دعوی کرے کہ ہم اس کے ٹکڑے پر نہیں پلے، ہم سب اسی کے ٹکڑے پر پلے ہیں اور آج بھی پل رہے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ ہم آج دنیا کے بڑے سے بڑے عالم کے سامنے آسکتے ہیں، ہمیں اس پر ناز ہے کہ ہم ان کے ٹکڑے پر پلے ہیں۔لیکن بعد کے لوگوں کو نبوت کا فیض کیسے پہنچا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی آواز سنی، نہ آپ کا زمانہ پایا، نہ وہ آپ کی زبان سمجھتے ہیں، پھر تلاوت، تعلیم کتاب، تزکیہ، تعلیم حکمت، ان چاروں سعادتوں میں حصہ ان کو کیسے ملے؟

کون سی چیز ان کو ان سے ملاتی ہے؟ زمانہ نہیں، زبان نہیں جو ملا سکے، یہی چیز ایک دوسرے کو ملاتی ہے مگر یہاں ان میں سے کچھ بھی نہیں، پھر بھی نبوت کا پہنچنا کیسے اور پہنچے گا کیسے؟ ہمارے کتب خانہ میں آیئے تو ہفتہ گزر جائے گا اور ان کتابون کا شمار کرنا دشوار ہوگا جوان اکابرین امت کے بارے میں لکھی گئی ہیں، جن کا نہ مقام ایک، نہ زمانہ ایک، نہ زبان ایک، پھر ان کو یہ علم کیسے پہنچا اور یہ لوگ اس درجہ کو پہنچ کر اتنے بڑے عالم کیسے بن گئے؟

مدارس کا فیضان

یہ جن چیزوں کی بدولت ہوا، وہ ہیں: عربی زبان، مدارس، عربی تعلیم، مدارس کا قیام، اساتذہ کا وجود اور اول و آخر توفیق الٰہی۔ اگر یہ نہ ہو تو بعد کی نسلوں کو خیر القرون سے اور نبوت و رسالت سے ملانے والی آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دامن سے چمٹانے اور قدموں سے لگانے والی کون سی چیز ہے؟

آج بھی قرآن کے لاکھوں حافظ اور دین کے لاکھوں ممتاز عام موجود ہیں جو بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، بیضاوی، جلالین اور ہدایہ کا درس دیتے ہیں۔ یہ کس بات کی کرامت ہے کہ ہندوستان میں بیٹھ کر عالم پیدا ہو رہے ہیں اور ہر نسل میں پیدا ہوئے؟ یہ عربی تعلیم کا فیض، مدارس کا احسان اور اساتذہ کی برکت ہے جو اپنی بینائی اور صحت کی پرواہ کیے بغیر کتابوں کے کیڑے بن رہے ہیں، ہندوستان میں بہت سے ایسے فضلاء پیدا ہوئے جو عربی زبان میں عربوں سے بڑھ گئے، عربوں نے ان کا لوہا مانا اور ان کو استاذ مانا،

بعض لوگوں نے یہاں تک کہا ہے کہ قرآن مجید عرب میں نازل ہوا، مغرب میں یاد کیا گیا، مصر میں پڑھا گیا، ترکی میں لکھا گیا اور ہندوستان میں سمجھا گیا۔ بتائیے کہاں نازل ہوا، یہ اور ہندوستان میں سمجھا گیا، یہ اسی خلوص، قربانی اور عزم وارادہ کی پختگی کا فیض ہے کہ چودہ سو برس بعد بھی آج بھی قرآن وحدیث کا فیض جاری ہے، عالم پر عالم پیدا ہو رہے ہیں اور ابھی بہت سے لوگ آئندہ آنے والے ہیں، یہ ان مدارس کا فیض ہے کہ اللہ نے ساری انسانیت کو اپنا پیغام پہنچانے کے لیے جن کا سلسلہ قائم فرمایا۔

مدرسہ کا تعارف

بھائیو! مسلمانوں جیسی باہمت، صاحب دین، صاحب شریعت اور صاحب دعوت ملت کا تصور نہیں ہوسکتا اور جب تک مسلمانوں اور خود عربوں کا بھی اس منبع علوم، مصدر علوم اور سرچشمۂ علوم کی ذات سے تعلق نہ ہو، اس وقت تک جزیرۃ العرب میں بھی مسلمان، مسلمان نہیں رہ سکتے۔

یہ مدرسہ کا مختصر تعارف ہے کہ یہ وہ واسطہ ہے جو مسلمانوں کو مرکز علم اور مرکز شریعت سے مربوط کرتا ہے جس طرح بغیر پل کے دریا کو پار نہیں کرسکتے، اسی طریقے سے مرورِ زمانہ اور زبان کے اختلاف سے جو خلیج پڑگئی ہے اس کو مدرسوں اور علوم اسلامیہ کے علاوہ کوئی دوسری چیز پاٹ نہیں سکتی۔ اس کے لیے آپ کو ہمت کرنی پڑے گی، مدارس آسمان سے نہیں اتریں گے، آپ کو اپنی کمائی کا حصہ نکالنا پڑے گا، قربانی کرنی پڑے گی، وقت دینا پڑے گا، ہندوستان کے اطراف واکناف میں

مدارس اسی لیے قائم ہوئے ہیں کہ اس خطے کے رہنے والوں کو شریعت سے جوڑ دے۔

اللہ نے مدارس کو ضروری قرار دیا ہے، فرض کے حصول کا ذریعہ فرض ہو جاتا ہے، علم دین کا حصول فرض ہے اور اس کا ذریعہ مدارس ہیں، اس لیے مدرسہ کا اہتمام فرض ہے، اگر یہ نہ ہوں گے تو ملت کا رشتہ شریعت سے ٹوٹ جائے گا، آپ کہیں گے پھر کیا ہوگا؟ وبا پھیل جائے گی یا پیسہ کم ہو جائے گا؟ میں کہتا ہوں کہ اگر مدارس نہ رہیں تو پیسہ بڑھ جائے گا، حرام و حلال کا سوال ہی نہ رہے گا، پیسہ ہر طرح سے آسکتا ہے مگر ملت کا رشتہ شریعت سے قائم نہ ہو سکے گا، اگر اس کی کچھ اہمیت ہے تو فکر کیجئے۔

ہمارا دین دوسروں کی طرح نہیں کہ علم آیا اور عقائد پر ضرب پڑی، دوسرے مذاہب کا معاملہ بالکل اسی طرح ہے، جیسے ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ مچھروں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے شکایت کی کہ ہم کو ہوا بہت پریشان کرتی ہے، ہمیں چین سے رہنے نہیں دیتی۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تنہا مدعی کی بات سن کر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ہے، لہٰذا ہوا کو بلایا جائے، چنانچہ جیسے ہی ہوا آئی، مچھر غائب۔

اسی طرح بہت سے مذاہب ایسے ہیں کہ اگر ہوا آئی تو مچھر گئے، علم آیا تو مذہبی عقائد فنا۔ لیکن ہمارا دین ایسا ہے کہ جتنی ہوا آئے، جتنا علم آئے اتنا ہی مضبوط ہوگا۔ بہت سے مذاہب علم سے گھبراتے ہیں، ہمارے یہاں علم فرض ہے، اگر اس دین کو باقی رکھنا ہے تو علم حاصل کیجئے اور یہ کہاں حاصل ہوگا؟

مدرسہ میں۔ آپ نے اتنی بڑی عمارت بنائی لیکن استاذ اور طلبہ اس سے زیادہ ضروری ہیں، اس لیے جب آپ نے مدرسہ کو مان لیا ہے تو ضروریات کو بھی مانیے، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کو نفسانیت سے بچائے اور ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نفسانیت سے بچائے، ہمیں خدمت کی توفیق دے اور آپ کو فائدہ اٹھانے کی۔ سارے طالبان علوم نبوت ایک ہی خاندان کے فرد ہیں، ہم سب اسی سلسلہ میں داخل ہیں، اللہ ہم سب کو قبول فرمائے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر **سب سے پہلا فتوائے تکفیر** تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

قومی اسمبلی پاکستان ۱۹۷۴ء میں قادیانی مسئلہ

پر بحث کی مصدقہ رپورٹ قسط 60

742 ’’اشاعت السنہ‘‘ جو مولوی محمد حسین بٹالوی کا پرچہ تھا...... اس میں ان کا ایک فتویٰ شائع ہوا۔ جس شخص کے اعتقادات ایسے ہوں‘‘ جو سوال میں ہے کسی نے سوال پوچھا ’’وہ اہل ہوا اور گمراہ ہے۔‘‘ ابن مریم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ تو مسیح دجال کا مثیل ونذیر ہے۔ ان کو...... ان کے متعلق ’’انجام آتھم‘‘ میں جو آپ نے وہ آخری فقرہ پڑھا تھا: ’’واخرھم شیطان الاعمیٰ‘‘

.... ملعونین۔

انہوں نے کہا یہ دجال ہیں۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی لعنت...... ایک میں یہاں واضح کردوں کہ ملعون‘‘ اپنی طرف سے نہیں، ’’ملعون‘‘ کے اصل معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔ یہ بددعا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے سپرد کوئی کام کردیا جائے تو اللہ تعالیٰ تو ظالم نہیں ہے۔ وہ تو اگر غلط دعا ہے تو رد کرکے اس کے منہ مارتا ہے جو دعا کرنے والا ہے۔ تو ان کی بددعا کی ان کے لئے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اگر دعا یہ غلط ہے تو وہ منہ پر ماردی جائے گی[1] لیکن ان کا جو ہے۔ جناب رشید احمد گنگوہی، ان کے متعلق اس وقت کے لوگ جو سمجھتے تھے۔ وہ دیوبندی مذہب ہیں۔ ان کے خلاف جو فتوے ہیں۔ ایک میں پڑھ دیتا ہوں......

جناب یحییٰ بختیار: مرزا صاحب کے اور نہیں پڑھ رہے آپ؟

مرزا ناصر احمد: ہاں، نہیں، پڑھوں؟

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، نہیں، مرزا صاحب کے اور کوئی نہیں ہیں ان کے متعلق؟

مرزا ناصر احمد: ہاں، آپ نے تین ہی کی طرف توجہ دلائی ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، میں نے یہی پوچھنا ہے جی کہ فتوے آپ پڑھ چکے ہیں۔ میرے خیال میں۔

مرزا ناصر احمد: ہاں، ہاں۔ اچھا۔ پھر ایک...... تو ٹھیک ہے۔

[1] مرزا قادیانی کا دفاع کرنا جھوٹ کو سچ، سیاہ کو سفید، اندھیرے کو روشنی، کفر کو اسلام ثابت کرنے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ دیکھئے! یہاں مرزا ناصر کو اپنے دادا مرزا قادیانی کے متعلق یہ کہنا پڑا: ’’اگر دعا یہ غلط ہے تو وہ منہ پر ماردی جائے گی۔‘‘ پیر مہر علی شاہؒ تو ہرگز لعنت کے مستحق نہیں۔ یقیناً مرزا کی لعنت، مرزا کے گلے کا ہار ہے۔

ایک چیز میں واضح کردوں۔ وہ نام آ گیا تھا۔ ''ذریۃ البغایہ''۔ ''ذریہ البغایہ'' جو ہے۔ اس کے معنی عربی کے لینے میں ہم نے۔ عربی کا لفظ ہے ''ذریۃ البغایا''۔ ''آئینہ کمالات اسلام'' میں ۱۸۹۴ء میں[743] آئینہ کمالات اسلام جو ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی۔ اس میں یہ لفظ ''ذریۃ البغایا'' استعمال ہوا۔ اس کے ساتھ کوئی ترجمہ نہیں: ''الا ذریة البغایا الذین ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم فھم لا یقبلون'' اس میں صرف یہ ہے کہ ''ذریۃ البغایا'' وہ ہیں جن کے دل اللہ تعالیٰ نے ختم کر

دیئے، ان کے اوپر مہر لگادی۔ ''بغی'' کے معنی ''ذریۃ البغایا'' جو ہے...... ''بغی'' کے معنی ہر لغت میں ''نافرمانی'' اور ''سرکشی'' لکھے ہیں۔ اخبار ''اہلحدیث'' میں درج ہے کہ ''بغی'' کے معنی ''حاکم وقت......'' وہ پہلے میں عرض کر چکا ہوں۔ وہ یہاں آ گیا ہے......اور ''سرکش انسان'' کے ہیں۔

''الغرول کافی موسومہ بہ کافی کلینی'' حصہ دوم، ''کتاب الروضہ'' مطبوعہ نول کشور پریس لکھنو، میں امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں۔ یہ امام باقر کا ہے قول وہاں: ''ثم قال یا ابا حمزۃ ان الناس کلھم اولاد البغایہ ما خلا حیتنا'' تو یہاں بھی ''سرکش'' کے معنی لئے گئے ہیں: ''کیونکہ ہمارے سوا سارے سرکش ہیں۔''

اخبار ''مجاہد''.........

جناب یحییٰ بختیار: یہ کس کا اخبار ہے؟

مرزا ناصر احمد: یہ مجلس احرار کا ایک اخبار تھا، مجلس احرار کا۔ اس کا نام ہے اخبار ''مجاہد'' ۱۴ر مارچ ۱۹۳۶ء میں اس کے اندر یہ ہے فقرہ: ''ولد البغایہ، ابن الحرام اور ولد لحرام، ابن الحلال اور بنت الحلال وغیرہ''

سب عرب کا اور ساری دنیا کا محاورہ ہے۔ جو شخص نیکی کو ترک کر کے بدکاری کی طرف جاتا ہے، اس کو، باوجودیکہ اس کا حسب ونسب درست ہو، (یعنی حرامی نہیں اس کے معنی) باوجود اس کے کہ اس کا حسب ونسب درست ہو، صرف اعمال کی وجہ سے ابن الحرام، ولد الحرام کہتے ہیں۔ اس کے خلاف جو نیکوکار ہوتے ہیں ان کو ابن الحلال کہتے ہیں۔ اندریں حالات امام کا اپنے مخالفین کو ''اولاد بغایا'' کہنا بجا اور درست ہے۔ پس جو ترجمہ[744] ''ذریۃ البغایا'' کا ''کنجریوں کی اولاد'' کیا گیا ہے۔ از روئے لغت، از روئے استعمال اور از روئے تشریح بانی جماعت احمدیہ غلط اور محض اشتعال دلانے کے لئے ہے۔''

علاوہ ازیں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''من احبن کان نطفة العبدو من البغتن کان نطفة الشیطان'' یہ وہی محاورہ ہے کہ ''سرکشی کرتا ہے۔'' ہاں، حق کو قبول نہیں کر رہا۔ یہ ''الغرول کافی'' میں ہے۔ ''کتاب النکاح'' مطبوعہ نول کشور۔ یعنی جو شخص ہم سے محبت رکھتا ہے وہ بندے کا نطفہ ہے۔ مگر وہ جو مجھ سے بغض رکھتا ہے۔ وہ نطفہ شیطان ہے۔

یہ الفاظ مختلف فرقہ ہے مسلمانوں کے بارے میں استعمال کئے گئے ہیں اور کسی جگہ بھی اس کے معنی

’’ولدالحرام‘‘ کے نہیں لئے گئے ہیں۔ یعنی ناجائز اولاد کے نہیں لئے گئے ہیں۔ بلکہ سرکش اور نیکی کو چھوڑنے والے کے لئے گئے ہیں۔ تو جو معنی لغت نہیں کرتی جو معنی ہمارے آئمہ نہیں کرتے۔ جو معنی ہمارا لٹریچر نہیں کرتا۔ وہ معنی خود بخود کر کے اعتراض کر دینا میرے نزدیک یہ درست نہیں۔

Mr. Chairman: *Break for Maghrib.*

(مسٹر چیئرمین: مغرب کے لئے وقفہ)

مرزا ناصر احمد: میں، وہ جو حوالے ہیں نا دوسرے......

Mr. Chairman: *The Delegation is permitted to leave......(to Attorney-General)......*

Mr. Yahya Bakhtiar: *Conclude this.*

جناب چیئرمین: اچھا۔ یہ کتنی دیر اور لگے گی؟ مغرب Prayer (نماز) کا ٹائم ہو گیا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ، یہ Conclude ہو گیا نا جی؟

مرزا ناصر احمد: یہ تو......ہاں، میں بس کرتا ہوں۔ میں نے بتایا کہ اور حوالے ہیں۔ میں ان کو چھوڑتا ہوں۔ واضح، میرے خیال میں واضح ہو گئی ہے بات۔

جناب یحییٰ بختیار: اچھا، ٹھیک ہے۔ اس کے بعد پھر میں......

745 ***Mr. Chairman:*** *The Delegation to report back at 8:00 p.m.* (جناب چیئرمین: اب آٹھ بجے شام دوبارہ)

Mr. Chairman: *The honourable members may keep sitting.* آٹھ بجے جی، آٹھ بجے پورے۔

مرزا ناصر احمد: اچھی بات جی۔

(The Delegation left the Chamber.)

Mr. Chairman: *The Assembly is adjourned for Maghrib prayers to meet at 8:00 p.m.*

(The special committe adjorned for Maghrib prayers to meet at 8:00 p.m.)

[The special Committe re-assembled after Maghrib Prayers, Mr. Chairman(Sahibzada Farooq Ali)in the Chair.]

Mr. Chairman: *Should we call them?*

Mr. Yahya Bakhtiar: *Yes.*

Mr. Chairman: *They may be called.*

(The Delegation entered the Chamber.)

Mr. Chairman: *Mr. Attorney General.*

جناب یحییٰ بختیار: مرزا صاحب! آپ نے جو علامہ اقبال کی نظم پڑھی......

مرزا ناصر احمد: جی۔

(مرزا ناصر کا علامہ اقبال کے متعلق جھوٹ پکڑا گیا)

جناب یحییٰ بختیار: ......وہ میں کہاں دیکھ سکتا ہوں۔ کون سا اخبار ہے؟

مرزا ناصر احمد: جی نہیں، وہ......اس کا تو حوالہ ہے میرے پاس۔

جناب یحییٰ بختیار: وہ حوالہ دکھا دیجئے پھر، اخبار کا یا کس کا؟ چھپی تھی؟

مرزا ناصر احمد: نہیں، وہ میں نے حوالہ پڑھا تھا۔ پھر پڑھ دیتا ہوں۔

746 **جناب یحییٰ بختیار:** نہیں، مجھے یعنی......

مرزا ناصر احمد: ہاں جی، بس ٹھیک ہے۔ میں دے دیتا ہوں وہ آپ کو۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں۔ یہ مرزا صاحب؟ جو آپ نے یہاں نوٹ کیا ہے۔ اس پر یہ لکھا ہوا ہے کہ ''شیخ محمد اقبال، ایف۔ اے کلا، سکاچ مشن اسکول، سیالکوٹ۔'' یہ تو نام ہے نظم لکھنے والے کا۔ ''آئینہ حق نما'' مصنف شیخ یعقوب علی عرفانی[1] صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸، مطبع الحق، دہلی۔ مطبوعہ ستمبر ۱۹۱۲ء، یہ نظم ۱۹۱۲ء میں لکھی گئی تھی یا پہلی دفعہ ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی؟ کچھ آپ کو علم ہے اس کا؟

مرزا ناصر احمد: اس سے متعلق تو میں نے کوئی تحقیق نہیں کی۔

جناب یحییٰ بختیار: کیونکہ بات یہ ہو جاتی ہے ناں جی کہ اگر یہ شخص جس نے نظم لکھی ہے اور جیسے آپ نے کہا ہے، علامہ اقبال کی نظم سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق، اور آپ نے فرمایا کہ ۱۹۱۲ء کی نظم ہے اور وہ ایف۔ اے کلاس میں پڑھتے تھے۔ تو اس وقت ان کی عمر ۳۵ سال بن جاتی ہے جو ہمارے کیلنڈر اور علامہ کی جو *Date of birth* ہے، اس کے مطابق جو *Latest* *view* ہے وہ یہ ہے کہ ۱۸۷۷ء میں ان کی پیدائش ہوئی تھی۔ پہلا *View* یہ تھا کہ ۱۸۷۳ء میں۔ تو ایک لحاظ سے ۳۵ سال عمر بن جاتی ہے، ایک لحاظ سے۔ میں اس واسطے کہہ رہا ہوں ۳۸ سال عمر بن جاتی ہے۔

[1] یعقوب عرفانی! خود قادیانی تھا۔ ایک قادیانی کی بات لے کر دشنام دہی پر مبنی نظم کو مرزا ناصر نے علامہ اقبال کی طرف منسوب کر دیا۔

مرزا ناصر احمد: نہیں، یہ جو ہے، اسی واسطے غالباً لکھا گیا ہے کہ ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی اور یہ نوٹ لکھنے کی ضرورت اس لئے پڑی کہ ۱۹۱۲ء میں تو ان کی عمر زیادہ تھی۔ تو اسی واسطے کتاب لکھنے والے نے یہ نوٹ لکھ دیا کہ یہ نظم اس وقت لکھی گئی جس وقت آپ نے ایف۔اے میں پڑھ رہے تھے۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، تو یہ آپ نے کہا کہ یہ ۱۹۱۲ء میں جب وہ ایف۔اے میں پڑھتے تھے۔ تو اسی واسطے مجھے impression ہوا کہ شاید کوئی اور شخص ہے۔

مرزا ناصر احمد: نہیں، ۱۹۱۲ء میں وہ ایف اے میں نہیں پڑھتے تھے۔ کتاب چھپی، جس میں یہ نظم چھپی ہے۔ وہ کتاب چھپی ہے ۱۹۱۲ء میں۔ اور کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ نظم علامہ اقبال نے لکھی جس وقت وہ ایف۔اے میں پڑھ رہے تھے۔

جناب یحییٰ بختیار: یعنی ۱۹۱۲ء میں ان کو علامہ کے نام سے خطاب کیا تھا انہوں نے؟

747 مرزا ناصر احمد: نہیں، جو یہاں لکھا ہوا ہے......

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، وہ تو اوپر تو آپ نے لکھا ہوا ہے ناں، یہ پتہ نہیں چلتا۔

مرزا ناصر احمد: نہیں، نہیں، وہ تو میرا لکھا ہوا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: اس میں تو لکھا ہوا ہے ''شیخ محمد اقبال۔''

مرزا ناصر احمد: ہاں ''شیخ محمد اقبال'' یہی لکھا ہوا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں جی، تو ''شیخ محمد اقبال'' ایک اتنا Common نام ہے۔ میں اسی واسطے سوچ رہا تھا......

مرزا ناصر احمد: میں یہ کہتا ہوں کہ ہزارہا آدمی ''شیخ محمد اقبال'' کا نام رکھتے ہیں۔ لیکن جس وقت شیخ محمد اقبال، جو ایف۔اے میں پڑھ رہے تھے اور اس تعلیمی ادارے میں علم حاصل کر رہے تھے۔ انہوں نے سعد اللہ کے متعلق......

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، اگر آپ Definite ہیں کہ یہ علامہ اقبال ہیں تو میں یہ نہیں پوچھتا سوال۔

مرزا ناصر احمد: نہیں، میں Definite ہوں۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں میں یہی پوچھ رہا تھا۔ کیونکہ وہ ایف۔اے آپ نے کہا ۱۹۱۲ء کا تو صحیح ہوا۔

مرزا ناصر احمد: ہاں جی، میں نے ''علامہ اقبال'' بعد میں کہا۔

(جاری ہے)

گوشۂ نفیس

مجلس حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرہ

مولانا محمد منظور نعمانی کا تذکرہ:

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی وفات کا تذکرہ آگیا، فرمایا: ہمارا جب پہلی مرتبہ حضرت (رائے پوریؒ) کے ہاں جانا ہوا تو سب سے پہلے جس شخصیت سے ملاقات ہوئی، وہ مولانا محمد منظور نعمانیؒ تھے۔ فرمایا: مولانا نے دین کیلئے بڑی قربانیاں دی ہیں، اہل باطل سے برسرِ پیکار رہے ہیں۔ ایک زمانہ میں آپ کا اہل بدعت سے بہت زیادہ مقابلہ رہا۔

آپ نے ان کا خوب تعاقب کیا، یہاں تک کہ خاص بریلی جا کر اُن کو دعوت مبارزت دی۔ وہیں سے آپ نے ماہانہ رسالہ "الفرقان" جاری کیا جس کا اصل ٹارگٹ اہلِ بدعت تھے۔

تقسیم سے پہلے لاہور میں ہونے والے مناظرہ کی تفصیل:

تقسیم سے پہلے کی بات ہے کہ لاہور میں اہل بدعت سے مناظرہ طے ہوگیا، یہ مناظرہ بڑا اہم تھا، اہل بدعت مقابلہ پر آنے کیلئے تیار نہ تھے۔ کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح یہ مناظرہ ٹل جائے، اس مناظرہ میں اہل حق کے نمائندے مولانا محمد منظور نعمانیؒ تھے اور اہل بدعت کے مولوی حامد رضا اور مولوی حشمت علی۔ جب شرائط مناظرہ پر بات ہوئی تو اہل باطل کی کوشش ہوئی کہ ایسی شرطیں طے کی جائیں جو پوری نہ کی جاسکیں۔ جب کسی طرح بھی اہل بدعت کو بھاگنے کا موقع نہیں ملا تو مولانا محمد منظور نعمانیؒ سے کہنے لگے کہ ہم مناظرہ اس وقت کریں گے جب آپ مولانا اشرف علی تھانوی سے یہ لکھوا لائیں کہ آپ کی شکست ان کی شکست ہوگی۔ مولانا منظور نعمانیؒ نے فرمایا: منظور ہے، یہ بھی ہم لکھوالیں گے۔ اہل بدعت سمجھتے تھے کہ مولانا نعمانی یہ شرط پوری نہیں کرسکیں گے لیکن مولانا نعمانی نے یہ کیا کہ خاموشی سے تھانہ بھون جاکر حضرت تھانویؒ سے سارا قصہ عرض کیا۔ حضرت تھانویؒ نے مولانا نعمانی کو تحریر لکھ کر دے دی کہ ان کی شکست میری شکست ہوگی۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا نعمانی کو حضرت تھانویؒ کا یہ لکھ دینا یہ اُن پر اعتماد کی بہت بڑی دلیل اور مولانا نعمانیؒ کیلئے بڑی فضیلت کی چیز ہے؛ چنانچہ مولانا نعمانیؒ خاموشی سے یہ تحریر لے آئے لیکن اس کا اظہار نہیں کیا، اہل بدعت اب تک یہی سمجھتے رہے کہ یہ تحریر پیش نہیں کر سکتے۔ جب اہل بدعت نے بہت شور مچایا تو آپ نے وہ تحریر پیش فرمادی۔ یہ تحریر دیکھ کر اہل بدعت کے طوطے اُڑ گئے۔ مولانا نعمانیؒ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور فرمایا کہ مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے اور میری کوئی شرط نہیں، مَیں بغیر کسی شرط کے مناظرہ کیلئے تیار ہوں، الغرض اہل بدعت کو اب سوائے مناظرہ کے کوئی چارۂ کار نہ رہا، مسجد وزیر خان میں مناظرہ طے ہوا۔ علامہ اقبالؒ، مولانا اصغر علی روحی اور شیخ صادق حسن امرتسری منصف طے ہوئے۔ مسجد لوگوں سے کھچا کچھ بھر گئی۔

مناظرہ شروع ہونے کو تھا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری جو سن رسیدہ اور ضعیف العمر تھے، مناظرہ سننے کیلئے مولانا نعمانیؒ کے پاس تشریف لائے، سب لوگ ان کے احترام میں کھڑے ہوگئے۔ بس اہل بدعت نے پروگرام کے تحت شور مچانا شروع کر دیا کہ دیکھو، یہ وہاں میلاد میں قیام کو بدعت کہتے ہیں اور یہاں ایک مولوی کیلئے کھڑے ہوگئے، یہ گستاخ ہیں وغیرہ وغیرہ۔

الغرض اہل بدعت نے اس قدر ہلڑ بازی کی کہ مناظرہ برخاست کرنا پڑا۔ مولانا نعمانیؒ بطور یادداشت کے اپنے ساتھ ایک تحریر لکھ کر لائے تھے جسے آپ نے اپنے رسالہ الفرقان میں ''معرکۃ القلم'' کے نام سے چھاپا۔ بعد میں یہ تحریر ''فیصلہ کن مناظرہ'' کے نام سے چھپتی رہی۔

(حضرت شاہ صاحبؒ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا مقولہ اکثر سناتے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ جس سے ناراض ہوتے ہیں، اُسے عملیات میں لگا دیتے ہیں۔'')

مولانا عبدالوحید صاحبؒ کا انتقال پر ملال:

حضرت کے یہاں جانا ہوا، حضرت رات کو سرگودھا کے سفر سے واپس تشریف لائے تھے۔ ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں ۱۵۔۱۶ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ کی درمیانی شب مولانا عبدالوحید صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا انتقال ہوگیا تھا۔ آپ حضرت رائے پوریؒ کے بھانجے تھے۔

فرمایا: ان کے ہم پر بڑے احسانات تھے، حضرت سے ہر قسم کے رابطہ میں وہی کام آتے تھے، جید حافظ تھے اور قرآن سے بڑا شغف تھا، بڑی محبت فرماتے تھے، ابھی پچھلے دنوں خط آیا تھا کہ آپ مولانا اجمل

خان کو ہمراہ لے کر کسی دن آجائیں۔

عجیب اتفاق:

فرمایا: ہماری واپسی بھلوال کے راستہ ہوئی، راستہ میں عجیب اتفاق ہوا کہ ہماری گاڑی خراب ہوگئی، اسے صحیح کرانے کیلئے ایک جگہ رُکنا پڑا، اتفاق سے میرے علم میں یہ بات آئی کہ ہمارے بچپن کے ایک ساتھی جو ہم سے کتابت کا کام بھی کروایا کرتے تھے وہ ''بھلوال'' میں رہتے ہیں۔

میرا نکاح حافظ محمد علی نے پڑھایا تھا:

فرمایا: ان کا نام محمد علی ہے، حافظ قرآن ہیں اور میرا نکاح بھی انہوں نے ہی پڑھایا تھا۔ مَیں نے عرض کیا کہ یہ کس سن کی بات ہے؟ فرمایا ۱۹۵۴ء کی، اس وقت میری عمر اکیس برس تھی۔

فرمایا: کہ اتنا تو ہمیں معلوم تھا کہ وہ بھلوال میں مقیم ہیں لیکن کس جگہ رہتے ہیں، بالکل کوئی پتہ نہیں تھا۔ ہم جس جگہ گاڑی صحیح کروارہے تھے، اُن سے معلوم کیا کہ یہاں کوئی مسجد و مدرسہ ہو تو بتلاؤ۔ اُنہوں نے تین مدرسوں کے نام لیے کہ ایک جامعہ محمدیہ، ایک جامعہ ربانیہ اور ایک اور۔ ہم نے جامعہ محمدیہ پہنچ کر معلومات کیں تو کچھ پتہ نہیں چلا، یہ غیر مقلدین کا مدرسہ تھا۔ پھر جامعہ ربانیہ گئے وہاں معلوم کیا تو انہوں نے بتلایا کہ یہاں قریبی گلی میں ایک بڑی عمر کے آدمی رہتے ہیں، یہ نام ہے، آپ کہیں تو اُنہیں بلوا لیتے ہیں۔

غرض اُنہیں بلوایا گیا تو وہ وہی حافظ محمد علی نکلے۔ تعارف کے بعد مل کر بہت خوش ہوئے۔ اُن سے پورے تینتالیس برس بعد ملاقات ہوئی تھی۔ اُنہوں نے پوچھا کہ انور حسین! عقیدہ ٹھیک ہے؟ مَیں نے کہا کہ جی ہاں! الحمدللہ، عقیدہ ٹھیک ہے۔

فرمایا: حافظ محمد علی کا گھرانہ علم سے بالکل کورا تھا، ان کے والد نہایت بھولے بھالے تھے، اللہ بخش نام تھا اور ''بابا کانا'' کے نام سے معروف تھے۔ حافظ محمد علی گھر سے پڑھنے کیلئے نکلے اور کسی طرح ڈھڈیاں پہنچ گئے، یہیں پڑھتے رہے حتیٰ کہ پورا قرآن حفظ کرلیا۔ مَیں نے عرض کیا کہ ان کا آبائی گھر کہاں تھا؟ فرمایا: سیالکوٹ میں۔

حج ایک عاشقانہ سفر

خورشید عالم داؤد

حج کی فرضیت

حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ حج کی فرضیت قرآن کریم، حدیث شریف اور اجماع امت سے ایسے ہی ثابت ہے، جیسا کہ نماز، روزہ اور زکاۃ کی فرضیت ثابت ہے؛ اس لیے جو شخص حج کی فرضیت کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ'' (سورہ آل عمران، آیت: ۹۷) ترجمہ: ''اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے، یعنی اس شخص کے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی سبیل کی اور جو شخص منکر ہو؛ تو اللہ تعالی تمام جہان والوں سے غنی ہیں''۔ یہ آیت کریمہ حج کی فرضیت کے حوالے سے نص قطعی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچوں ارکان کو ایک حدیث شریف میں بیان فرمایا ہے۔ ''بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلَی خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ''۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر: ۸) ترجمہ: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا''۔

ایک عاشقانہ سفر

انسانی طبیعت یہ تقاضہ کرتی ہے کہ انسان اپنے وطن، اہل وعیال، دوست ورشتہ دار اور مال ودولت سے انسیت ومحبت رکھے اور ان کے قریب رہے۔ جب آدمی حج کے لیے جاتا ہے؛ تو اسے اپنے وطن اور بیوی وبچے اور رشتے دار واقارب کو چھوڑ کر اور مال ودولت خرچ کر کے جانا پڑتا ہے۔ یہ سب اس لیے کرنا پڑتا ہے کہ حج کی ادائیگی شریعت کا حکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے حج کے حوالے سے بہت ہی رغبت دلائی ہے، انسان کو کعبہ مشرفہ کے حج وزیارت پر ابھارا، مہبط وحی ورسالت کے دیدار کا

شوق بھی دلایا ہے اور سب سے بڑھ کر شریعت نے حج کا اتنا اجر وثواب متعین فرمایا ہے کہ سفر حج ایک عاشقانہ سفر بن جاتا ہے۔ ذیل کے سطور میں، حج کا اجر وثواب احادیث شریفہ کی روشنی میں، ملاحظہ فرمائے!

حج انتہائی نیک عمل ہے

حضرت ابو ہریرہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- بیان کرتے ہیں: "سُئِلَ النَّبِيُّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "إِيمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ" قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللهِ" قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: حَجٌّ مَبْرُورٌ". (بخاری شریف، حدیث نمبر:۱۵۱۹) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سے اعمال اچھے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا''۔ پوچھا گیا پھر کون؟ فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا''۔ پوچھا گیا پھر کون؟ ارشاد فرمایا: ''حج مبرور''۔ حج مبرور کیا ہے؟ وہ حج جس کے دوران کوئی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا ہو۔ وہ حج جو اللہ کے یہاں مقبول ہو۔ وہ حج جس میں کوئی ریا اور شہرت مقصود نہ ہو اور جس میں کوئی فسق وفجور نہ ہو۔ وہ حج جس سے لوٹنے کے بعد گناہ کی تکرار نہ ہو اور نیکی کا رجحان بڑھ جائے۔ وہ حج جس کے بعد آدمی دنیا سے بے رغبت ہو جائے اور آخرت کے سلسلہ میں دلچسپی دکھائے۔

حج مبرور کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ''۔ (بخاری) ترجمہ: ''ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان (گناہوں) کا کفارہ ہے، جو ان دونوں کے درمیان ہوئے ہوں، اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے''۔

حج پچھلے سارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے

ابن شماسہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب کہ وہ قریب المرگ تھے۔ وہ کافی دیر تک روئے، پھر انھوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کر لیا۔ اس پر

ان کے صاحبزادے نے چند سوالات کیے۔ پھر انھوں نے (اپنے اسلام قبول کرنے کی کہانی سناتے ہوئے) فرمایا: جب اللہ نے میرے قلب کو نورِ ایمان سے منور کرنا چاہا؛ تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا داہنا دست مبارک پھیلائیں؛ تاکہ میں بیعت کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھیلایا۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو! تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا: میری ایک شرط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری کیا شرط ہے؟ میں نے کہا: میری مغفرت کردی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا؟ وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ"؟ (مسلم شریف، حدیث: ۱۲۱-۱۹۲) ترجمہ: "کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اسلام (قبول کرنا) پہلے (کے تمام گناہوں) کو مٹا دیتا ہے؟ ہجرت گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج پہلے (کے کیے ہوئے گناہوں) کو مٹا دیتا ہے"۔ ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" (بخاری شریف، حدیث نمبر: ۱۵۲۱) ترجمہ: "جس شخص نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس نے (اس دوران) فحش کلامی یا جماع اور گناہ نہیں کیا؛ تو وہ (حج کے بعد گناہوں سے پاک ہو کر اپنے گھر اس طرح) لوٹا، جیسا کہ اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو"۔

"رفث" کا معنی جماع، ہم بستری اور جو کچھ بھی شوہر و بیوی کے درمیان حالت جماع میں ہوتا ہے، جیسے بوس و کنار وغیرہ کے ہیں۔ ابو عبیدہ نے فرمایا: "رفث" کا مطلب "فحش کلامی" ہے۔ پھر کنایۃ جماع اور متعلقات جماع کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ ۲۲/۲۷۵)

مسئلہ: حالت احرام میں جماع کرنا فقہاء کرام کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ"۔ (سورہ بقرہ، آیت: ۱۹۷) ترجمہ: "سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے، تو پھر نہ کوئی فحش بات ہے اور نہ کوئی بے حکمی ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے"۔

مسئلہ: اگر کسی نے حالت احرام میں عمداً (جان بوجھ کر) جماع کیا ہو؛ تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور قضاء و کفارہ لازم ہوگا۔ اگر کسی نے حالت نسیان (بھول) میں جماع کیا ہو؛ تو حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ

کے نزدیک اس صورت میں بھی حج فاسد ہو جائے گا اور قضاء و کفارہ لازم ہوگا؛ لیکن شافعیہ کے نزدیک حج فاسد نہیں ہوگا؛ بل کہ صرف کفارہ لازم ہوگا۔ (الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ: ۲۲/۶۷۲-۶۷۷)

''فِسق'' سے مراد معاصی و گناہ ہے۔ ''کَیَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ'' کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کسی گناہ کے بغیر، اس کا ظاہری مطلب صغائر و کبائر (چھوٹے اور بڑے) سارے گناہوں کا معاف کیا جانا ہے''۔ (فتح الباری ۳/۳۸۲-۳۸۳)

بوڑھے، کمزور اور عورت کا جہاد

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جِهَادُ الْكَبِيرِ وَالضَّعِيفِ وَالْمَرْأَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ'' (السنن الکبری للنسائی، حدیث: ۳۵۹۳، مسند احمد، حدیث: ۹۴۵۹، السنن الکبری للبیہقی، حدیث: ۹۵۷۸) ترجمہ: ''بڑی عمر والے، کمزور شخص اور عورت کا جہاد: حج اور عمرہ ہے''۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! أَلَا نَغْزُو وَنُجَاهِدُ مَعَكُمْ؟ فَقَالَ: "لَكِنَّ أَحْسَنَ الجِهَادِ وَأَجْمَلَهُ الحَجُّ، حَجٌّ مَبْرُورٌ". فَقَالَتْ عَائِشَةُ "فَلَا أَدَعُ الحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''. (بخاری شریف، حدیث: ۱۸۶۱) ترجمہ: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد اور غزوہ میں شریک نہ ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لیکن سب سے بہتر اور اچھا جہاد حج: حج مبرور ہے''۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ''جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے؛ تو اس کے بعد سے میں حج نہیں چھوڑتی ہوں''۔

حج افضل جہاد ہے

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں کہ انھوں نے کہا: ''يَا رَسُولَ اللهِ! نَرَى الجِهَادَ أَفْضَلَ العَمَلِ، أَفَلَا نُجَاهِدُ؟ قَالَ: "لَا، لَكِنَّ أَفْضَلَ الجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ''. (بخاری شریف، حدیث: ۱۵۲۰، السنن الکبری للبیہقی، حدیث: ۵۰۸۷) ترجمہ: اے اللہ کے رسول! ہم جہاد کو افضل العمل سمجھتے ہیں، تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، لیکن بہترین جہاد حج مبرور ہے''۔

فقر اور گناہ کو مٹانے والے اعمال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أَدِيمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ". (المعجم الاوسط، حدیث: ۴۱۸۳) ترجمہ: "حج اور عمرہ پر دوام برتو؛ کیوں کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو ختم کرتے ہیں، جیسا کہ دھونکنی لوہا سے زنگ کو دور کر دیتی ہے"۔

ایک دوسری حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ، وَالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ". (ترمذی شریف، حدیث نمبر: ۸۱۰) ترجمہ: "حج اور عمرہ ایک ساتھ کیا کرو؛ کیوں کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو مٹاتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہا، سونا اور چاندی سے زنگ ختم کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے"۔

برائے حج خرچ کرنے کی فضیلت

ابو زہیر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "النَّفَقَةُ فِي الْحَجِّ كَالنَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ". (مسند احمد، حدیث: ۲۳۰۰۰، شعب الایمان، حدیث: ۳۸۳ ۹۲) ترجمہ: "حج میں خرچ کرنا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی طرح، (جس کا ثواب) سات سو گنا تک ہے"۔

حاجیوں کی دعائیں

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "الْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللهِ تَعَالَى يُعْطِيهِمْ مَسْأَلَتَهُمْ، وَيَسْتَجِيبُ دُعَاءَهُمْ، وَيَقْبَلُ شَفَاعَتَهُمْ، وَيُضَاعِفُ لَهُمْ أَلْفَ أَلْفِ ضِعْفٍ". (اخبار مکۃ للفاکہی، حدیث: ۲۰۹) ترجمہ: "حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مانگ ان کو عطا فرماتے ہیں، ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں، ان کی شفارش قبول کرتے ہیں اور ان کے لیے ہزار ہزار گنا تک ثواب بڑھایا جاتا ہے"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ "الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللهِ، وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللهِ، دَعَاهُمْ، فَأَجَابُوهُ، وَسَأَلُوهُ، فَأَعْطَاهُمْ". (ابن ماجہ،

حدیث:۳۹۸۲) ترجمہ: اللہ کے راستے کا مجاہد اور حج وعمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔اللہ نے انھیں بلایا؛ لہٰذا انھوں نے اس پر لبیک کہا اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے؛ تو اللہ نے ان کو نوازا ہے"۔

حج کرنے میں جلدی کیجیے

ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تَعَجَّلُوا إِلَى الْحَجِّ – يَعْنِي: الْفَرِيضَةَ – فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي مَا يَعْرِضُ لَهُ"۔ (مسند احمد، حدیث:۲۸۶۷) ترجمہ: "حج یعنی فرض حج میں جلدی کرو؛ کیوں کہ تم میں کوئی یہ نہیں جانتا کہ اسے کیا عذر پیش آنے والا ہے"۔

حج نہ کرنے پر وعید

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا، أَوْ نَصْرَانِيًّا، وَذَلِكَ أَنَّ اللهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: "وَلِلهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا"۔ (آل عمران:۹۷) (ترمذی شریف، حدیث نمبر:۸۱۲) ترجمہ: "جو شخص اتنے توشہ اور سواری کا مالک ہو جائے، جو اسے بیت اللہ تک پہنچادے، اس کے باوجود وہ حج نہ کرے؛ تو اس کے لیے کوئی ذمے داری نہیں ہے کہ وہ یہودی ہونے کی حالت میں مرے یا نصرانی، اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: "اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا، اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی"۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَبْعَثَ رِجَالًا إِلَى هَذِهِ الْأَمْصَارِ، فَلْيَنْظُرُوا إِلَى كُلِّ رَجُلٍ ذِي جِدَةٍ لَمْ يَحُجَّ، فَيَضْرِبُوا عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ، مَا هُمْ مُسْلِمِينَ، مَا هُمْ مُسْلِمِينَ"۔ (السنۃ لابی بکر بن الخلال ۵/۴۴) ترجمہ: "میں نے ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کو ان شہروں میں بھیجوں، پھر وہ ان لوگوں کی تحقیق کریں کہ جنھوں نے استطاعت کے باوجود حج نہیں کیا، پھر وہ ان لوگوں پر ٹیکس لاگو کریں؛ (کیوں کہ) وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں"۔

حرف آخر

حج کے اجر و ثواب جو احادیث مبارکہ کی روشنی میں لکھے گئے ہیں، وہ کسی بھی مسلمان کو حج و عمرہ کا شوق دلانے کے لیے کافی ہیں۔ جن مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے، ان کو چاہیے کہ خود کو حج و عمرہ کے عظیم ثواب سے محروم نہ کریں؛ کیوں کہ ہم ہمہ دم نیکیوں کے حصول اور گناہوں و سیئات سے مغفرت کے سخت محتاج ہیں۔

مسلم حکومتوں کے زوال کے عبرتناک واقعات

ہماری تاریخ کے روشن صفحات سے متعلق مطالعات وواقعات سے اسلامی وتاریخی لائبریری پر ہے، اسلامی تہذیب سازوں پر مصنفین نے بہت کچھ لکھا ہے، نامور اسلاف کی سیرت اور یورپ وغیرہ ممالک پر اسلام کے احسانات کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے، اسلامی تاریخ کے اس پہلو کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ یہ کوئی افسانوی تاریخ ہے اور اس تاریخ کے افراد انسان نہیں، فرشتے ہیں۔تاریخ کے اس موضوع پر اظہار خیال مختلف وجوہ سے اہم اور نازک ہے:

اول یہ کہ ہماری تاریخ کے تجزیہ کا کام اب تک اس تاریخ کے دشمنوں نے انجام دیا ہے اور اسی لیے اس کے صرف منفی پہلوؤں پر توجہ دی ہے، کچھ عقل پرستوں کو ماضی کا یہ غیر معروضی تذکرہ پسند نہیں آیا تو وہ ان مستشرقین کے پیچھے ہو گئے جو صرف اس لیے ہماری تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں کہ اسے اور اس کے افراد کو دنیا کے سامنے مسخ کر کے پیش کریں۔

دوم یہ کہ مستشرقین کے انداز بحث وتحقیق سے دھوکہ کے نتیجے میں ردعمل کے طور پر اس تاریخ سے متعلق بہت سے حقائق ضائع اور مسخ ہو گئے اور اس تاریخ کے بارے میں لوگ دو حصوں میں بٹ گئے ہیں۔ایک گروہ تو اسے کلی طور پر رد کرتے ہوئے سمجھتا ہے کہ اس سے ترقی اور مستقبل کی تعمیر میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، دوسرا گروہ یہ سمجھتا ہے کہ یہی تاریخ سب کچھ ہے، اور اس کا مثبت حصہ اس بات کا مستحق ہے کہ ہم اسے بعینہٖ اپنے لیے نمونہ قرار دیں اور پھر اسی کو دہرائیں۔ایسی صورت میں حقیقت کا سراغ بھی ملتا ہے اور حقیقت ضائع بھی ہو جاتی ہے۔

سوم یہ کہ صرف مدح وتعریف پر توجہ کے اسلوب کو چھوڑ کر ہم نے تاریخ سے استفادہ کے پہلو پر زور دیا ہے۔تاریخ میں صرف مدح وتعریف پر اکتفاء سے بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ اس دور میں ہمیں جن مشکلات کا اور چیلنجوں کا سامنا ہے، ان کی مثال ہماری تاریخ میں نہیں ہے، اس وجہ سے بڑی مایوسی کا سامنا ہوتا ہے اور وہ شاید یہ بات محسوس کرتے ہیں کہ ہم مسلمان پھر دوبارہ اپنی کوششوں کا سلسلہ شروع نہیں کر سکتے۔ایٹمی قوت اور فضائی راکٹوں کے اس دور میں جب کہ ہم

گھڑیاں، کاراور دوسرے چھوٹے چھوٹے آلات برآمد کرتے ہیں، اپنی طرف سے ہم زندگی کو کیا دے کر سکتے ہیں؟

ہماری تاریخ میں ہماری تہذیب کے ان پتوں کا ذکر بھی ہے جو مرجھا چکے ہیں اوران مسلم حکومتوں کے زوال کی داستان ہے جو بھیانک امراج میں مبتلا ہو کر فنا ہوئیں، ان کی تاریخ ہمارے لیے دائمی طور پر عبرت ونصیحت ہے، مشکل اوقات میں ان اسلاف نے دشمنوں سے مداوا چاہا، انہیں زہر کی گولیاں دینے کا موقع ملا، یہ سبق ہمیں اندلس اور بحیرۂ روم کے جزیرۂ سسلی وغیرہ کی حکومتوں میں زیادہ واضح نظر آتا ہے۔

تاریخی طور پر یہ بھی ذہن میں رکھنے کی بات ہے کہ اندلس کا آخری شہر غرناطہ جس صدی (۱۴۹۲ھ) میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلا، اسی صدی (۱۴۵۳ء) میں مسلمانوں نے قسطنطنیہ فتح کیا اور اس فتح کے نتیجہ میں مسلمانوں کی مزید پانچ صدیوں کے لیے تقویت حاصل ہوگئی۔

اندلس اپنے سقوط کے وقت اس عضو کی حیثیت اختیار کر چکا تھا، جسے ختم ہونا ضروری تھا، اس لیے قضاء الٰہی صادق ہوئی۔ اسلام کی نئی تاریخ تعمیر کرنے کے لیے وسط ایشیا سے ایک دوسری مضبوط طاقت ابھر جس نے تقریباً تین صدی تک یورپ کے صلیبی کینہ پروروں کو خوف وہراس میں مبتلا رکھا۔ اندلس سے جو سبق ملا، اسے ہمیں فراموش نہ کرنا چاہیے، وہاں پر سقوط کے درج ذیل عناصر تھے:

اول یہ کہ جنس ونسل کی کشمکش پیدا ہوگئی تھی، دوم یہ کہ اسلام کے ایک جھنڈے کے علاوہ جسے لوگوں کے قلب وذہن سے تعلق تھا، دوسرے بہت سے جھنڈے سامنے آگئے تھے، سوم یہ کہ اندلس کے مسلمانوں نے آپس میں ایک دوسرے کے خلاف دشمن عناصر سے تعاون حاصل کرنا شروع کر دیا تھا۔

سقوط کے دیگر اسباب کا تعلق بھی انہی مذکور اسباب سے تھا۔ اندلس کے تمام مسلمانوں کو اپنی غلطیوں کی قیمت ادا کرنا پڑی، اس سلسلہ میں حکام کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور حکومت ان کے ہاتھوں سے جاری رہی، مراکش بعید کے شہر اغمات میں مرابطین کے ہاتھوں ابن عباد کی رسوائی اور اس کے دردناک اشعار کون بھول سکتا ہے؟ مریہ کے حاکم ابن صمادح کا یہ قول کون بھول سکتا ہے؟ کہ ہمارے حق میں موت بھی کرکری بنادی گئی۔ غرناطہ کے آخری بادشاہ ابوعبداللہ نے جسے یورپ میں اسلامی وجود کی آخری کڑی کہہ سکتے ہیں، اندلس روانہ ہوتے ہوئے اپنی ماں کے اس جملہ کو بار بار یاد کیا کہ جس

ملک کا تحفظ تم مردوں کی طرح نہ کرسکو، اس پر تمہیں عورتوں کی طرح آنسونہیں بہانا چاہیے۔

مسلم عوام کو اپنی غفلت اور حکام کو تنبیہ نہ کرنے کی اس طرح قیمت ادا کرنی پڑی کہ ان کے گھر جلا دیئے گئے، مال و دولت لوٹ لیا گیا، دین اور نام سب کچھ بدلنے پر مجبور کیا گیا اور صلیبیت نے معمولی انسانی حقوق سے بھی انہیں محروم کر دیا۔ تہذیب کے مرجھائے ہوئے پتوں میں اکثریوں تھے کہ بلندی حوصلہ، نسلی دعوت، مذہبی نعرہ کی مدافعت یا صورت حال پر قابو کے سلسلہ میں بنوامیہ اور بنوعباسیہ جیسی بڑی حکومت کی ناکامی سے محض حکومت کی شکل میں تبدیلی آجاتی تھی جس کی وجہ حرص وہوا اور مختلف نعروں کو ابھرنے کا زیادہ موقع ملا۔

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ تمام پتے خراب یا اچھے تھے، ممکن ہے کہ ان میں سے بعض ایسے رہے ہوں جو اسلام کی صحیح راہ پر چلنے کے لیے بڑی حکومتوں کی متوجہ کرنا چاہتے ہوں، ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ حکومتوں کو بدلنے کا انجام ہمیشہ برا ہی رہا، بعض بھلائیاں بھی ہوئیں لیکن ممکن ہے ہم ان کو جان نہ سکے ہوں۔

کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تاریخ ہمیشہ عمودی شکل میں اپنا راستہ طے کرتی ہے، خواہ اور اوپر یا نیچے، مجھے اس سے اتفاق نہیں، اسلامی تاریخ کا تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ اسلام جیسی عظیم تہذیبوں کے دائرہ میں تاریخ کی حرکت کو کبھی Screw Shaped ہوتی ہے، کبھی نیچے کو جھکاؤ ہوتا ہے اور کبھی اوپر کو، یہ ایک دائروی حرکت ہوتی ہے جس میں منظم طور پر ھبوط وصعود کے مرحلے آتے ہیں، ھبوط اس وقت ہوتا ہے جب اندرونی طور پر اختلاف وفساد پیدا ہو جائے اور صعود اس وقت ہوتا ہے جب خارجی چیلنجوں کو قبول کر لیا جائے۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس امت کے تاریخی تجربہ میں ھبوط کے مرحلے اندرونی حالات سے مربوط رہے، اس امت پر باہر سے اتنی زد نہیں پڑتی جتنی اس سے زیادہ اندر سے پڑی بلکہ خارجی دشمنوں کو نقصان پہنچانے کا موقع ہی اس وقت ملا جب اندر لگے ہوئے گھن کے ذریعہ ان کو راہ ملی، پھر دشمنوں کی مداخلت سے ہمیں فوائد بھی حاصل ہوئے، اس طرح اسلامی ضمیر بیدار ہوا۔ جہاد عام کا اعلان ہوا، صلاح الدین اور سیف الدین جیسی شخصیتیں ابھریں اور مسلمانوں کو ایک

جھنڈے تلے جمع کیا۔

امت مسلمہ اپنی پنہاں قوتوں کے باعث ہر طرح خارجی چیلنجوں کا جواب دینے کی اہل رہی ہے، تاریخ کے اکثر مرحلوں میں اگر حکام اس کی حرکت کو شل نہ کرتے، دشمنوں کے سامنے نہ جھکتے اور اپنے تحفظ کی غرض سے اس کی طاقت کو منتشر نہ کرتے بلکہ امت کو اس کی فطرت، اس کی میراث اور اقدار و تہذیب کے حوالہ کر دیا جاتا تو یقیناً اس کی تاریخ میں بہت سے ایسے موڑ آتے جن سے امت کو مزید عروج و ترقی حاصل ہوتی۔

ان مرجھائے ہوئے پتوں کا ذکر اسلامی تاریخ کے تین گوشوں پر روشنی ڈالی جاسکتی ہیں: اندلس (یورپ)، مشرق عربی جس میں دو عظیم خلافتیں قائم ہوئیں (عباسی و فاطمی) اور مغرب عربی، انہی تین بازوؤں نے عالم اسلام کی قیادت کی اور دنیا کے مسلمانوں کی فکری و سیاسی نمائندگی کا فرض انجام دیا۔ میں نے جن پتوں کو اختیار کیا ہے وہ بطور نمونہ ہیں، چنانچہ ایسی دوسری حکومتیں بھی ہیں جن میں زوال کی مذکورہ علامتیں موجود ہیں لیکن اس کتاب میں استقصاء مقصود نہیں۔

یہ کتاب ہماری تاریخ کی ایک خاص طرح کی خوراک ہے جس میں بہت زیادہ چکنائی اور اشتعال انگیز چیزوں کی آمیزش نہیں کیونکہ انسانی جسم کی طرح تہذیب کے جسم کو بھی زیادہ چکنائی راس نہیں آتی، ان سطور میں یہ دعوت ہے کہ ہماری تاریخ کی از سر نو غیر معمولی جرأت سے تشریح کی جائے، ہم اگر اس فرض کو انجام دیں تو یقیناً ان لوگوں کے مقابلہ میں بہت ہوگا جو علمی انداز بحث کے مدعی بن کر عناد و حسد اور ظلم و زیادتی کے ساتھ اس کی تشریح کرتے ہیں۔

ہماری تاریخ ہے کہ ہم اکثر لغزشوں کے بعد اٹھے، ہم نے پوری دنیا سے جنگ کی ہے اور غالب و فتح مند ہوئے ہیں، صرف شرط یہ ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ کہاں سے ابتداء کرنی ہے اور ہماری منزل کون ہے؟ تاریخ نے ہمیں ہمیشہ تعلیم دی ہے کہ اس امت کی آخر نسلوں کا سدھار انہی چیزوں سے ہوگا جس سے ابتدائی نسلوں کا سدھارا ہوا ہے۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری (رحمہ اللہ)

تحریر: مولانا مجاہد الحسینی

اللہ تعالیٰ نے برصغیر پاک وہند میں دیوبندی مکتب فکر کے جن علماء ومشائخ کو سلوک وطریقت کے شعبے میں عظمت ومقبولیت سے نوازا ہے، ان میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمود حسنؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے اسماء گرامی خصوصاً قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ء) میں ولادت ہوئی، حضرت رائے پوریؒ کے آباؤ اجداد کا اصلی وطن موضع تھوہا محرم خاں (ضلع اٹک) ہے۔ آپ کے والد ماجد مولانا حافظ احمدؒ نے تھوہا محرم خاں سے سکونت ترک کر کے موضع ڈھڈیاں (ضلع سرگودھا) میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ حضرت کے والد ماجد حافظ احمدؒ کاشتکاری کے ساتھ علاقے کے لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے میں شب و روز منہمک رہتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے تایا مولانا کلیم اللہ کھیوڑہ (ضلع جہلم) میں آباد تھے۔ حضرت رائے پوریؒ نے انہی کے ہاں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ قرآن کریم حفظ کیا پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے تلمیذ خاص مولانا محمد رفیق (جھاوریاں ضلع سرگودھا) کی خدمت میں رہ کر عربی اور فارسی کی ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کی، پھر انہوں نے ہندوستان کے مختلف مقامات پر درس نظامی کی کتب کے ساتھ کتب احادیث حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے تلمیذ مولانا عبدالعلی دہلویؒ سے پڑھیں۔ اسی دوران آپ نے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے درس میں شرکت کی بھی سعادت حاصل کی۔

آپ نے فقہ وحدیث کے علوم میں دسترس کے بعد طب یونانی میں بھی خوب مہارت پائی اور ضلع بجنور کے ایک قصبے میں باقاعدہ مطب بھی قائم کیا تھا لیکن طبیعت چونکہ حق کی متلاشی تھی، اس لیے مختلف مقامات پر سلوک وطریقت کی وادیوں میں سرگردانی کے بعد شریعت وطریقت کی عظیم خانقاہ

رائے پور ضلع سہارنپور (یو۔ پی) میں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کے سلسلے میں بیعت ہوکر خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے، آپ قریباً پندرہ برس اپنے شیخ حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات سے فیض یاب ہوئے تھے۔

اتباع سنت نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے باعث حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی شخصیت اخلاق عالیہ کی آئینہ دار تھی، آپ مقناطیسی جذب وکشش کے ایسے پیکر تھے کہ ہر حلقے کے لوگ کشاں کشاں حاضر ہوکر روحانی سکون وطمانیت سے آسودہ خاطر ہوتے چنانچہ پاک وہند کا شاید ہی کوئی علاقہ ایسا ہو جہاں کے فرزندانِ اسلام میں سے کسی کا تعلق خاطر حضرت رائے پوریؒ کے دامن فیض رساں سے وابستہ نہ ہوگا۔

صوفی عبدالحمید صدر پنجاب مسلم لیگ کی رہائش گاہ اور حاجی عبدالمتین کی کوٹھی متصل شملہ پہاڑی (لاہور) میں حضرت رائے پوریؒ کی زیارت اور ملاقات کا اس فقیر کو متعدد مرتبہ شرف نصیب ہوا، ان لمحات میں حضرت رائے پوریؒ کو ایک مشفق استاد، مصلح اور مربی کی حیثیت میں فیوض وبرکات سے نوازنے کے مشاہدے کی سعادت پائی، وہاں پر جلیل القدر علماء ومشائخ اور ممتاز دینی، علمی، ادبی اور سیاسی شخصیات کو زانوئے ادب تہہ کرتے دیکھا اور سب سے امتیازی پہلو یہ کہ آپ کے ہاں سیاسی اور مسلکی تنگدامنی اور گروہی تعصب ہرگز نہ تھا۔ چنانچہ دینی اور مذہبی جماعتوں مجلس احرار اسلام، جمعیت العلماء، تنظیم اہل السنّت والجماعت اور جمعیت اہل حدیث کے مرکزی قائدین میں سے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا سید نفیس الحسینی، مولانا محمد ابراہیم میاں چنوں، مولانا محمد انوری اور دیگر علماء ومشائخ۔ ممتاز شعر اور علم وادب کے حلقے سے جگر مرادآبادی، فیض احمد فیض، شورش کاشمیری، حافظ لدھیانوی، علامہ حسین میر کاشمیری، احسان دانش، امین گیلانی، علامہ عبداللطیف انور، جانباز مرزا اور دیگر حضرات،

سیاسی حلقوں سے پنجاب مسلم لیگ کے صدر صوفی عبدالحمید اور قاضی مرید احمد، نیشنل عوامی پارٹی سے راؤ مہروز اختر اور دیگر جماعتوں کی ممتاز شخصیات حضرت رائے پوریؒ ہی سے روحانی تشنگی دور کرنے کی سعادت پاتے تھے۔

حضرت کا منفردانہ طریقہ اصلاح

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا منفردانہ طریقہ اصلاح کا اسلوب یہ تھا کہ وقتی تقاضے اور حالات کی ضرورت ملحوظ رکھ کر اپنی مجلس میں نہایت اہتمام کے ساتھ اسلامی تاریخی کتب اور رسائل کے مندرجات سنوایا کرتے تھے، چنانچہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت، قرآن کریم، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور تعامل صحابہ کرامؓ کی روشنی میں واضح کی جاتی، لکھنؤ اور دیگر مقامات پر تحریک مدح صحابہ کا آغاز ہوا تو اسلام کے صحیح عقاید ونظریات کی تعلیم اور نشر واشاعت کے سلسلے میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان افروز حالات پر مشتمل کتب سنوائی جاتی تھیں۔ روز مرہ کے حالات و واقعات، دینی اخبارات ورسائل کے مندرجات سنوائے جاتے تھے، راقم الحروف کو یہ سعادت حاصل ہے کہ میرے دورِادرات کے اخبارات روزنامہ آزاد اور روزنامہ نوائے پاکستان لاہور حضرت رائے پوریؒ کی خاص نگاہ کرم اور توجہ سے مشرف تھے۔

حضرت رائے پوریؒ کی روح افروز مجلس میں حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ومنقبت پر مشتمل کلام سنانے کا خاص اہتمام تھا۔ عربی زبان میں نعتیہ کلام مولانا عبدالمنان دہلوی سناتے جو خود بھی عربی زبان کے قادرالکلام شاعر تھے، حضرت رائے پوریؒ کی خاص فرمائش پر صحابی رسول حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار اکثر سنائے جاتے تھے۔

فینا رسول اللہ یتلوا کتابہ ۔۔۔ اذا نشق معروف من الفجر ساطع

ارانا الھدی بعد العمی فقلوبنا ۔۔۔ بہ موقنات ان ما قال واقع

اسی طرح فارسی زبان میں بھی کلام سنایا جاتا تھا، ایک شعر ہے۔

جہاں روشن است از جمال محمد ۔۔۔ دلم زندہ شد از وصال محمد

حضرت رائے پوریؒ کی مجلس میں پنجابی اور سرائیکی زبانوں میں بھی مولوی محمد شفیع کبیر والا اور کمتر بھکروی سے حضرات صحابہ کرامؓ کی شان میں ایمان افروز کلام سنانے کا اہتمام ہوتا تھا۔ حضرت رائے پوریؒ پاکستان میں عموماً رمضان المبارک ''مری'' کے قریب صحت افزاء مقام گھوڑا گلی میں گذارتے تھے اور مولانا سید اعطاء المنعم شاہ بخاریؒ تراویح میں قرآن کریم سنایا کرتے تھے، پنجگانہ نمازوں کے امام نامور صوفی شاعر مولانا مسعود علی خاں آزاد فتح پوری ہوتے تھے۔

گھوڑا گلی کے حوالے سے حضرت امیر شریعتؒ کا ایک لطیفہ قابل ذکر ہے کہ ایک روز حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری دی کہ آپ کے مکان کے ساتھ واقع محلے دار کے نئے مکان کی تعمیر کے لیے گدھوں کے ذریعے اینٹیں پہنچائی جارہی تھیں، اسی اثناء میں ایک اور ملاقاتی بھی حاضر ہوگیا، اس نے شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت رائے پوریؒ ان دنوں کس مقام پر تشریف فرما ہیں؟ اتفاقاً اس وقت اینٹوں کے بوجھ سے لدے گدھے آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ جب گدھے بوجھ سے خالی ہوکر ٹھک کرتے تیز رفتاری کے ساتھ گلی سے گزرے تو شاہ صاحب نے زیرلب مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ''بھائی! کیا بتاؤں میرے پیر کی گھوڑا گلی میں اور میری یہاں گدھا گلی میں گزر جائے گی۔''

مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی بیعت

جمعیت اہل حدیث پاکستان کے بانی مولانا سید محمد داؤد غزنوی برصغیر پاک وہند کی عظیم دینی وعلمی شخصیت تھے۔ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ بخاریؒ کو امرتسر کی ایک مسجد کی خطابت کے ماحول سے دینی سیاسیات کے منظر پر لانے میں ان کی خدمات لائق تحسین ہیں، آپ مجلس احرار کے بانیوں میں سے تھے، راقم الحروف جن دنوں روزنامہ آزاد اور نوائے پاکستان لاہور کی ادارت کے فرائض انجام دے رہا تھا تو حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی شفقت ومحبت بھرے سلوک کے ساتھ حوصلہ افزائی کرتے اور عموماً بعد نماز عصر دفتر تشریف لاتے تھے۔ ایک روز حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں حاضری کی خاطر جاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے حضرت سے علیحدگی میں ملاقات کا وقت چاہیے کیونکہ میں حضرت سے بیعت کی سعادت چاہتا ہوں۔ نیز اس بات کا خیال رکھئے کہ اس کا کسی کے ہاں بھی تذکرہ نہ کیا جائے چنانچہ حضرت کے خادم خاص مولانا عبدالمنان سے کہہ کر ملاقات کا وقت طے پاگیا اور مولانا غزنویؒ جب کمرے سے باہر تشریف لائے تو ان کے رخسار آنسوؤں سے تر تھے اور گلوگیر لہجے میں اس سعادت پر مجھے کلمات تشکر سے نوازا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے اکتساب فیض کرنے والی اور روحانی بالیدگی سے مشرف ہونے والی شخصیات کی فہرست بہت طویل ہے، ہر مکتب خیال اور طبقے کے لوگ آپ کے گرویدہ تھے، آپ کی دینی اور علمی عظمت کے ساتھ آپ کی سیاسی بصیرت وفراست کے بھی بڑے بڑے سیاستدان معترف تھے اور الجھے مسائل کی گتھیاں سلجھانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

دینی رہنماؤں میں سے شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کئی مسائل میں حضرت رائے پوریؒ سے مشاورت ضروری سمجھتے تھے، چنانچہ ۱۹۳۶ء میں جب جناب محمد علی جناح نے حضرت مدنی کی خدمت میں اپنے رفقاء کے طرزِ عمل کا شکوہ کرتے ہوئے آپ کی معاونت چاہی تو حضرت مدنیؒ نے دارالعلوم دیوبند سے دو ماہ کی رخصت لے کر یوپی کے علاقے میں مسلم لیگ کے نمائندوں کو کامیابی سے ہمکنار کرایا تھا۔ بعدازاں ان رہنماؤں کی بے وفائی پر حضرت مدنیؒ نے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر پوریؒ کے نام تین صفحات پر مشتمل جو چشم کشا مکتوب ارسال کیا وہ خصوصاً لائق مطالعہ ہے۔

قادیانیت پر عربی کتاب کی اشاعت

فرنگی دورِ اقتدار میں وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن سر ظفر اللہ مرزائی کو جب پاکستان کا وزیر خارجہ مقرر کر دیا گیا تو اس نے دنیائے اسلام خصوصاً سعودی عرب کے حکمرانوں پر اپنی اسلامی خدمات کا تأثر قائم کرنے کی فریب کاری اختیار کی؛ چنانچہ اس دور میں سعودی حکومت کی وزارت خارجہ پر متمکن شاہ فیصل شہیدؒ نے اسلامی ملک کا مسلمان وزیر خارجہ سمجھ کر سعودی مہمان کی حیثیت سے حج کی سعادت کی دعوت دے دی۔ سر ظفر اللہ خاں اسے غنیمت سمجھ کر حج کے موقع پر پہنچ گیا۔ جب منٰی میں احرام کی حالت میں اسے پاکستانیوں نے دیکھا تو انہوں نے زبردست احتجاج کرتے ہوئے ایک غیر مسلم قادیانی کو حرم کی مقدس حدود سے خارج کرنے کا مطالبہ کیا، منٰی میں غیرت مند مسلمانوں کے جائز احتجاج پر حکومت سعودیہ نے اسے اپنی تحویل میں لے کر حدودِ حرم سے خارج کر دیا۔ جب اس کی اطلاع حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کو ملی تو آپ نے دنیائے اسلام کی عظیم علمی و ادبی شخصیت علامہ سید ابوالحسن علی ندوی کو عربی زبان میں ''قادیانیت'' کے موضوع پر کتاب لکھنے پر مامور فرمایا تاکہ سعودی حکومت اور دیگر عرب ممالک فتنہ قادیانیہ سے مطلع ہو سکیں۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ''القادیانی والقادیانیہ'' کے زیرِ عنوان نہایت معلومات افزاء کتاب شائع کر کے عربوں کو اسلام کے نام پر فریب کار فتنے سے آگاہ کرنے کا جو تاریخی کارنامہ انجام دیا، وہ دراصل حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا مرہونِ منت ہے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ۱۹۶۲ء میں قریباً نوے برس کی عمر میں لاہور میں اس دارِ فانی رخصت ہوئے۔ نمازِ جنازہ نامور دینی و علمی شخصیت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے پڑھائی۔ لاہور کے علاوہ فیصل آباد اور ڈھڈیاں میں بھی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ آپ کی تدفین ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں ہوئی۔

دارالعلوم

از رانا جمشید علی جم (راجن پور)

مکتبِ تدریس مسلم ، حق نُوا دارالعلوم — جوہر حسن تکلم حق رسا دارالعلوم
جوہر تدریس موہن بہر نظم رزم حق — جلوۂ نظم شریعت حق روا دارالعلوم
تحفۂ آداب محفل ، بزم نوس حق نما — مرکزِ آداب روشن دل رسا دارالعلوم
قوت احساس الفت از اخوت چشم دید — کل مومن اخوۃ نظم بجا دارالعلوم
مرکزِ تدریس روشن ، نظمِ بزم سیخ پا — جوہر تدریس اشرف عزم دا دارالعلوم
مرکز درس حقائق شانِ شیخ الہند ؒ پیش — بہرِ تنظیم، حق روا ، گرم نُوا دارالعلوم
جوہرِ تبلیغ اُولیٰ از ادارہ پیش پیش — گوہرِ الیاس روشنِ نجم راہ دارالعلوم
مرکز دین و سیاست بہر نظم قومِ حق — روشنی درس قرآں حق بجا دارالعلوم
جوہرِ حسن شریعت از امیرِ شرح خوب — مرکزِ حسن بخاریؒ درس گا دارالعلوم
جلوۂ آداب مسلم نظمِ بزمِ حق شاداب — جوہر فارابِ مسلم ، حق نگاہ دارالعلوم
جلوتِ آداب طیب جلوتِ الہام حق — جلوۂ قرآن ز قرأت ، حق نوا دارالعلوم
جوہر نقدِ سیاست نظم بزم حق بجا — جذبۂ آزادِ مومن برملا دارالعلوم
مرکزِ علم شریعت ، حق طریقت ، حق سرا — جوہرِ جذبات قاسمؒ حق بجا دارالعلوم
گردش آلام روشن بہر مسلم حق جہاد — ورزش مسلم بجا درہند ، پا دارالعلوم
جلوتِ آداب روشن بہر مسلم چار سُو — جلوت خلوت نمایاں حق نگاہ دارالعلوم
جوہر حسنِ تکلف نظمِ برہم ادب دا — نظم بزم ادب شرعِ حق بپا دارالعلوم
گردشِ آداب مومن بہر مکتب سیخ پا — گوہر حسنِ جبلت چشم دا دارالعلوم
شیوۂ آداب الفت نظم شرع حق بساط — جوہر تکذیب باطل ، جسم بجا دارالعلوم
جلوت احساس خلوت حق رسا مومن نوید — نظمِ بزم حق درا ہو یا خدا دارالعلوم

بچوں کے صفحات

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عہدِ خلافت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، آپ کے بے غرضی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ آپ نے شروع میں خلافت کا بار سنبھالنے سے بہت انکار کیا اور فرماتے رہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں اور نہ مجھ کو اس کی کوئی ضرورت ہے، تم جس کسی کو خلیفہ منتخب کرلو گے میں بھی اس پر راضی ہوجاؤں گا، لیکن جب مدینہ کے اکابر صحابہؓ کو زیادہ اصرار ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے جمہور کی رائے عامہ کا احترام کرتے ہوئے اس کو منظور فرمالیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جلالت شان، تقویٰ، دیانت اور خلوص وللہیت میں چوں چرا کی کیا گنجائش ہوسکتی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ منافقین کی دسیسہ کاریوں اور بعض نئے مسلمانوں کی ناواقفیت کی بناء پر عراق اور شام میں جو اندرونی کشمکش پیدا ہوگئی تھی، وہ نہایت نازک صورت اختیار کر چکی تھی اور اس کو فرو کرنے کے لیے جس غیر معمولی سیاسی تدبر اور حزم و دور اندیشی کی ضرورت تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پاک نفسی، باطنی اور اخلاق عظمت و برتری اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی تھی، آپ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد ان کے یمن پہنچتے پہنچتے یعلی بن امیہ نے ٹیکس کی تمام رقمیں وصول کیں اور انہیں لے کر مکہ آگئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”جس چیز سے میں تم کو ڈراتا تھا وہی ہوگئی، اب جبکہ شدنی بات واقع ہو ہی گئی ہے تو اب اس کی تلافی کی صورت بجز اس کے کوئی اور نہیں ہے کہ اس کا قلع قمع کر دیا جائے اور جو فتنہ سر اٹھا رہا ہے، اس کو کچل کر رکھ دیا جائے، اسی سلسلہ میں آپ نے فرمایا جہاں تک مجھ سے ہوسکے گا، ضبط سے کام لوں گا مگر جب معاملہ قابو سے باہر ہوتا ہوا دیکھوں گا تو مجھ کو لامحالہ تلوار اٹھانی پڑے گی کیونکہ بیماری کا آخری علاج داغ لگانا ہے۔“

فیصل آباد کے قدیم اور تاریخی مدرسہ

بڑھتی ہوئی بجلی کی ضروریات اور مہنگائی کے پیش نظر

شمسی توانائی (سولر سسٹم)

الحمد للہ سولر سسٹم کا ایک حصہ مکمل ہو گیا ہے۔

بقایا جات کی ادائیگی کے لئے
بھرپور تعاون کی درخواست ہے

50KW

فوری ضرورت برائے تعاون

6,000,000

ساٹھ لاکھ روپے

جامعہ ملیہ اسلامیہ،

مسجد مدرسہ والی، میں

(سولر سسٹم)

کی تنصیب میں تعاون کی ضرورت ہے

تمام حضرات اپنی طرف سے اور عزیز و اقارب مرحومین کی طرف سے خوب حصہ ڈالیں

مولانا جواد الرحمٰن لدھیانوی مہتمم
مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی نائب مہتمم
پتہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، محلہ خالصہ کالج فیصل آباد
041-8711569
0300-9657076

Monthly
Magazine
Millia

JAMIA MILLIA ISLAMIA
FAISALABAD PAKISTAN
Reg:M # FD-16

علوم دینیہ پڑھنے والے مسافر طلبا و طالبات کی خدمت آپ کا دینی و قومی فریضہ ہے

زکوٰۃ | صدقات | صدقاتِ واجبہ | عُشر | عطیہ

کے ذریعہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے مالی تعاون کے لئے پہلے سے زیادہ فکر فرمائیں اور دیگر احباب کو بھی اس طرف متوجہ فرمائیں اور جامعہ کے مسافر اور مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وقف کریں۔

برائے رابطہ:
جامعہ ملیہ اسلامیہ فیصل آباد
محلہ خالصہ کالج، P.O. مدینہ ٹاؤن،
www.milliafsd.com
041-8711569 0300-9657076